مجلہ ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان

جون 2007

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (٥٦)

درود شریف کی فضیلت

اعجازِ قرآن اور فصاحتِ مصطفیٰ ﷺ

شانِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین



شرک اور بدعت

ہم کہاں کھڑے ہیں؟

اداریہ

نعت شریف

مرا دل ، مری جان قربان ان پر — مرا ساز و سامان قربان ان پر
مجھے نور کا ایک جلوہ دکھا دیں — مرا علم و عرفان قربان ان پر
وہی اصل دیں ہیں، وہی جان ایماں — توسب دین و ایمان قربان ان پر
انھیں سے ہیں یہ وسعتیں بحرو بر کی — یہ کوہ و بیاباں قربان ان پر
بغیر ان کے ملتی ہے عزت نہ عظمت — سب اورنگ و ایوان قربان ان پر
نہیں کچھ بھی مقصود ان کے سوا اب — مرے سارے ارمان قربان ان پر
شجر ان کے شیدا ، ہجر مجرئی ہیں — تو ہوں کیوں نہ انسان قربان ان پر
تعلق ہے جس سے بھی، ہے ان کی خاطر — مری جان پہچان قربان ان پر
وہی شوکت و شان ہے درحقیقت — جو ہے شوکت وشان قربان ان پر
جو دیکھا انھیں مہر تک کو پلٹتے — ہوئی عقل حیران قربان ان پر
انھیں سے فروزاں ہے فکر و تخیل — سخن کیا سخندان قربان ان پر

ملی شیخ کے صدقے میں آن کیا کیا
جو آسیؔ نے کی آن قربان ان پر

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور مفکر اسلام

غلبہ دین حق کی عظیم تحریک شیرانِ اسلام کا ترجمان

ماہنامہ

مجلہ الحقیقہ

پاکستان

جمادی الاول ۱۴۲۸ھ جون 2007ء جلد نمبر 7 شمارہ نمبر 7

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو

فہرست

1: ہم کہاں کھڑے ہیں؟	اداریہ	2
2: اتحاد ملت کی ضرورت وصورت	حضور مفکر اسلام	6
3: سورج الٹے پاؤں پلٹے	حضور مفکر اسلام	12
4: درود شریف کی فضیلت	محقق دوراں حافظ نصر اللہ آسوی	18
5: شان صحابہ علیہم الرضوان	حضور مفکر اسلام	21
6: شرک اور بدعت	حضور مفکر اسلام	29
7: اعجاز قرآن و فصاحت مصطفیٰ ﷺ	حضور مفکر اسلام	42
8: خط	ادارہ	48

زرِ تعاون

پاکستان فی پرچہ -/15 روپے سالانہ

بذریعہ ڈاک -/150 فی پرچہ سالانہ چندہ

یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

رابطہ صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی شکرگڑھ 0542-451737

پبلشر: محمد عطاء الحق نے لاہور دین پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ فون 0542-451734 نارووال سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

كلمة الحقيقه — اداریہ

ہم کہاں کھڑے ہیں!

ادارہ

(حکمران کیسا ہونا چاہئے)

پاکستان میں جیسے اب حالات ہیں شاید اس کی تاریخ میں کبھی ایسے گھناؤنے حالات نہ ہوئے ہوں کہیں بم دھماکے کہیں قتل وغارت کا بازار گرم ہے، کہیں وردی کا مسئلہ ہے کہیں عدلیہ کا، کہیں حکومت میں آنے کا، کہیں حکومت ہٹانے کا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر وردی اتر جائے تو پھر ہی حالات ٹھیک ہو سکتے ہیں اور بعض کی کھال بن چکی ہے ان تمام تر نازک حالات میں کسی کو یہ سمجھ نہیں آرہی کہ اصل مسئلہ کیا ہے، اس کی اصل وجہ کیا ہے یہ پاک ملک جو خانہ جنگی سے دوچار ہے (جو 12 مئی کو کراچی میں عملاً وقوع پذیر ہو چکی ہے) اس کو دلدل سے کیسے نکالا جا سکتا ہے۔ آیئے عرض کرتا ہوں یہ سب کچھ اسلام سے دوری کی بنا پر ہو رہا ہے، یہ ملک پاکستان اسلام کیلئے حاصل کیا تھا، سنئے بانی پاکستان کا فرمان.........

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لئے بنایا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں"۔ (شاہی دربار سبی بلوچستان ۱۴ جولائی ۱۹۴۷)

لیکن اس وقت پاکستان میں جو 'روشن خیال' قوانین بن رہے ہیں سراسر اسلام کے منافی ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کھلی بغاوت ہو رہی ہے، جب تک ایسے قوانین بنتے رہیں گے، ملک ایسے بدترین حالات سے دوچار ہوتا رہے گا۔ اسلام کے دشمن اکٹھے ہیں۔ آئے دن بکتے پھرتے ہیں کہ فلاں اسلامی ملک میں دہشت گرد چھپے ہوئے ہیں، اصل میں دہشت گردی کا صرف اک بہانہ ہے، ان کو اسلام کے نام سے بیر ہے۔ وہ منصوبے کے تحت اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں، دشمن منصوبہ بندی سے چل رہا ہے، ہم بکھرے ہوئے ہیں اور اپنے محور سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ملک پاکستان پر جو بھی حاکم مسلط ہوتا ہے وہ اسلام کی روح سے بالکل ناواقف ہوتا ہے۔ اسے اللہ و رسول کی رضا مطلوب ہی نہیں ہوتی۔ صرف اقتدار کی جنگ، درج ذیل سطور میں ہم بتانا یہ چاہتے ہیں کہ حدیث پاک کی رو سے اسلام میں حکمرانی کا تصور کیا ہے، اچھی حکمرانی کے فائدے اور بری حکمرانی کے نقصانات کیا ہیں؟ نیز شہنشاہ رسالت حضور سید عالم ﷺ نے حکمرانی کے کیا اصول دیئے ہیں اور حکمرانوں کو کیا ہدایات فرمائی ہیں۔ (ہمارے ارباب اقتدار اور قوم کیلئے لمحہ فکریہ ہے)

حکومت کرنے کی خواہش: ۱۔ حضور سید عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا

''ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب تم امیر بننے کی طمع کرو گے، حالانکہ تمہارے لئے امارت وحکومت قیامت میں شرمندگی کا باعث ہوگی۔ حکومت دودھ پلانے والی عورت کی طرح ہے کہ (ابتداء میں) دودھ پلاتے وقت بڑی اچھی لگتی ہے مگر (آخر میں دودھ چھڑاتے وقت بری لگتی ہے (بخاری شریف)

(یعنی ابتداء میں حکومت دلفریب نظر آتی ہے مگر نتائج سامنے آئیں گے تو خوفناک دکھائی دے گی)

۲۔ عبدالرحمٰن بن شمرہ روایت کرتے ہیں حضور رسول ﷺ نے مجھے فرمایا

''دیکھنا! حکومت کی خواہش کبھی نہ کرنا کیونکہ اگر مانگ کر حکومت ملی تو اس کا سنبھالنا تیرے ذمے ہوگا اور بغیر مانگے ملی تو (خدا کی طرف سے) تیری مدد کی جائے گی (بخاری ومسلم)

۳۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہٗ کے بیان کے مطابق حضور سرورعالم ﷺ نے فرمایا

''مومن کیلئے مناسب نہیں کہ خود کو ذلیل کرے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا اپنے آپ کو کون ذلیل کرسکتا ہے؟ فرمایا'' ایسا بوجھ اٹھالینا جس کی طاقت نہ ہو (گویا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے) (ترمذی وابن ماجہ)

اچھے برے حکمران: حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ نے فرمایا

خیار ائمتکم الذین تحبولھم و تصلون علیھم و یصلون علیکم و شرار المتکم الذی تبغضونھم ویبغضونکم و تلعنونھم وبلعنونکم (مسلم شریف)

ترجمہ: تمہارے بہترین حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں اور جنہیں تم دعائیں دو اور وہ تمہیں دعائیں دیں۔ اور تمہارے بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور جن پر تم لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔

اسلامی حکومت کا اہم فریضہ:

کمزور کی دادرسی ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت کے مطابق حضور سید کونین ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو زمین کا ایک ایسا قطعہ عطا فرمایا جو اتفاق سے انصار کے باغات اور مکانات کے درمیان تھا۔ اس پر بنوعبد بن زہرہ نے حضور مالک کائنات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات سے عرض کیا کہ ابن ام عبد (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود) کو ہمارے مکانات سے کہیں علیحدہ زمین عنایت فرمادیں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا (اگر ایسا کروں) تو اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول کس لئے بنا کر بھیجا ہے (یعنی بعثت کا اہم مقصد غریبوں اور کمزوروں کی حق رسی ہے) یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کسی جماعت کو اس وقت تک پاک نہیں کرتا جب تک اس میں کمزور کو حق نہ دلایا جائے (شرح السنہ)

حکمرانوں کو نصیحت:

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سرکار دوعالم رسول خدا ﷺ نے ان کے دادا حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابومعاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا

یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تخلفا

ترجمہ: (لوگوں کو) آسانی دینا، مشکل میں نہ ڈالنا، خوش خبری دینا، نفرت میں نہ ڈالنا، دونوں متفق رہنا (آپس میں)، اختلاف نہ کرنا (بخاری ومسلم)

۲۔ رحمت عالم، محسن اعظم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص کسی حاکم سے کسی کی سفارش کرے اور پھر اس حاکم کو ہدیہ بھیجئے اور وہ اس ہدیے کو قبول کر لے تو گویا وہ (حاکم) سود کے ایک بڑے دروازے میں داخل ہوا (ابوداؤد شریف)

۳۔ سرکار ابد قرار حضور رسول مختار ﷺ نے فرمایا:

لا یقتضین حکم بین اثنین وھو غضبان

ترجمہ: جب حاکم غصے میں ہو تو دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے (بخاری و مسلم)

عادلانہ حکومت کا ثواب: حضرت سرور کون ومکان ہادی انس وجاں ﷺ نے فرمایا عادل، منصف حاکم جو اپنے اور اپنے گھر والوں اور رعایا میں عدل کرتے ہیں۔ خدا کے ہاں نور کے منبروں پر خدا کے دائیں ہاتھ ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں (یعنی خدا کے خاص قرب میں)

ظالم حاکم پر جنت حرام ہے: حضرت سرور کون ومکاں ہادی انس وجاں ﷺ نے فرمایا:

''جو حاکم مسلمانوں کا سردار بنے اور اس حال سے مرے کہ ان کیلئے خائن وظالم ہو تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا'' (بخاری و مسلم)

آخری بات: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب مندرجہ ذیل باتیں تم کو نظر آنے لگیں پھر اس وقت آفات کا انتظار کرنا چاہیے۔

۱: سرخ آندھیاں ۲: زلزلے ۳: زمین میں دھنس جانا ۴: آدمیوں کی صورت کا بگڑ جانا ۵: آسمان سے پتھروں کا برسنا

۶: ایسے ہی پے درپے عجائبات کا اس تیزی کے ساتھ پیش آنا جیسا کہ کسی ہار کا تاگا ٹوٹ جائے اور اس کے دانے پر دانے بڑی تیزی سے گرنے لگیں وہ باتیں یہ ہیں۔

الف: مال غنیمت کو اپنی ذاتی دولت بنا لیا جائے۔

ب: امانت کو مت کی غنیمت سمجھ لیا جائے۔

ج: زکوٰۃ کو تاوان ٹھہرایا جائے (یعنی خوش دلی سے نہ دی جائے)

ح: علم دنیا کیلئے طلب کیا جائے نہ کہ رضائے حق کیلئے

د: آدمی بیوی کی فرمانبرداری کرے اور ماں کی نافرمانی

ذ: دوست سے محبت و بے تکلفی رکھے اور والد سے تکلف ونفرت کرے۔

ر: مسجدوں میں کھلم کھلا شور ہونے لگے۔

ز: قبیلے کا وہ سردار مقرر ہو جو ان میں فاسق ترین۔ نہ کہ متقی اور نیک۔

س: قوم کا سردار وہ ہو جو سب سے زیادہ کمینہ ہو۔

ص: آدمی کا احترام اس کی نیکیوں کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اس کے شر سے بچنے کیلئے۔

ل: گانے بجانے والی عورتیں گلی گلی پھرنے لگیں۔

م: شراب نوشی عام ہو جائے۔

ن: اور اس ساری امت کے بعد والے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت ملامت کرنے لگیں۔

ساری قوم اس آخری حدیث پر غور کرے اور سوچے کہ

''ہم کہاں کھڑے ہیں''

اسی حالات کے پیش نظر حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے ''غزل جدید'' کی صورت میں کیا ہی خوب عکاسی فرمائی ہے، جو درج ذیل ہے۔

کون ہے ایسا جو جاگے اور جگائے قوم کو
ہر کوئی چاہئے کہ سوئے اور سلائے قوم کو

ایسا لیڈر صورتِ حالات کی آواز ہے
غور سے جو راہ دیکھے اور دکھائے قوم کو

قعرِ ذلت میں گری ہے دیر امت دیر سے
کاش اب تو کوئی اٹھے اور اٹھائے قوم کو

اہل ہے واللہ ملت کی قیادت کا وہی
عشق کا نشہ جو پی پی کے پلائے قوم کو

کفر اپنی راہ پہ قائم ہے اور بے خوف ہے
راہ پر اب قوم کا قائد بھی لائے قوم کو

منتظر ہیں ماہ و پرویں اس کے جو اس دور میں
آسمانوں پہ اڑے اور پھر اڑائے قوم کو

ساری دنیا سے جو آگے تھے وہ پیچھے رہ گئے
اتنا تو احساس ہو اب پیشوائے قوم کو

دامنِ دل اب ہے احساس زیاں سے بھی تہی
کھا گئی کس کی نگاہِ بد ہے ہائے قوم کو

راز وہ حسن بقائے قوم کو سمجھے گا کیا
جو سمجھتا ہی نہیں وہ بنائے قوم کو

حاکمانِ وقت کو ہے ایسے لیڈر کی تلاش
جو شیاطیں سے ڈرے اور پھر ڈرائے قوم کو

مصلحت بینی ہو جس کی زندگی کا مدعا
یاد رکھے پیٹ کو اور بھول جائے قوم کو

میرے مرشد سب ہیں غفلت کی ہنسی میں مبتلا
کر دعا رو رو کے آسیؔ اب رلائے قوم کو

......حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسیؔ......

اتحاد ملت کی ضرورت و صورت

قسط: 7

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

ابوالکلام آزاد کے اسی قول اور اعلحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی اسی رباعی سے بات شروع کرتے۔ یہ دونوں متضاد شخصیات کے قول ہی نہیں ہیں، ان سے دونوں کے طرز فکر کا جائزہ بھی لیا جاسکتا ہے۔ابوالکلام آزاد دس مسلمانوں کو ایک مشرک کے مقابلے میں قربان کرنے پر تلا ہوا ہے، ظاہر ہے اس کے نزدیک ایک مشرک دس مسلمانوں پر بھاری ہے اور دس مسلمان مل کر بھی ایک مشرک کی فضیلت کو نہیں پہنچتے۔ معاذ اللہ، مگر یہ بھی سوچئے کہ کیا اس کے اس طرز فکر کا ماخذ قرآن پاک ہے اور کیا قرآن پاک ہی نے اسے مومن و مشرک کی اس قیمت سے آگاہ کیا ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔قرآن پاک نے تو مشرکوں کو ''نجس'' (گندا اور ناپاک) قرار دیا ہے گندگی یا نجاست کی کیا قیمت ہوتی ہے۔لوگ تو اسے مفت بھی قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ دیکھئے قرآن حکیم

انما المشرکون نجس (التوبہ۔۔۲۸)

''مشرک نرے ناپاک ہیں''

مگر ابوالکلام جو آزاد ہے دین سے، ایمان سے، قرآن سے، اور خالی ہے توحید سے، عشق سے، اور غیرت سے، کے نزدیک ایک گندے مشرک پر دس طیب مومن قربان کئے جاسکتے ہیں۔اس کے مقابلے میں بریلی کے مرد قلندر کی جلالی للکار ملاحظہ فرمائیے جس کے نزدیک یہ کلمہ کفر ہے جو اسی قول کی بنا پر بھی ابوالکلام کو مسلمان تسلیم ہی نہیں کرتا وہ فرماتا ہے۔

زا سلامت اگر بہرہ بدے می کردی
برناخن مسلمے فدالک مشرک

(یعنی اے ابوالکلام اگر تجھے اسلام سے تھوڑا بہت تعلق ہوتا تو ایک مشرک پر دس مسلمانوں کو قربان کرنے کی بجائے ایک مسلمان کے ناخن پر ایک لاکھ مشرک قربان کردیتا۔)

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے مسلمان اور مشرک کے طرز فکر کا فرق خوب بیان فرمایا ہے۔وہ اہل ایمان جنھیں قرآن پاک نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ

" انتم الاعلون ان کنتم مو منین" (ال عمران......۱۳۹)

ترجمہ: تمھیں اعلیٰ ہو بشرطیکہ تم مومن ہو۔

مشرکوں سے کیوں ادنیٰ اور انکے مقابلے میں کیوں حقیر یا گھٹیا ہونے لگے پھر خصوصاً جب یہ خوشخبری بھی ایمان کے حوالے سے ہو۔یہیں

سے یہ بات کھل کے سامنے آجاتی ہے کہ جس 'توحید' پر یار لوگوں کو بڑا ناز ہے اور جس توحید کے حوالے سے یہ لوگ اپنے سوا کسی کو بھی مسلمان نہیں سمجھتے ان کے نزدیک بھی اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، صرف ایک نام ہے توحید کا جس کا شاید کوئی معنی نہیں اور جسے بڑی عیاری مکاری سے عام اہل اسلام کو صرف مشرک کہنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ واللہ جس شخص کے دل میں بھی عشق رسول ﷺ موجزن ہوگا، وہ شرک کے قریب تک نہیں پھٹکے گا اور نہ اسے کسی مشرک سے محبت ہوگی بلکہ قرآن پاک نے جب مشرکوں کو نجس کیا ہے تو ان سے بدبو محسوس ہوگی۔ بلکہ جتنا ایمان اور عشق رسول ﷺ زیادہ ہوگا اتنی ہی مشرکوں کی یہ بدبو زیادہ محسوس ہوگی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں تدریس کے دوران مجھے گھر سے نکل کر اس سڑک پہ چلنا ہوتا تھا جس کے ایک طرف عیسائیوں کا گرجا تھا تو خدا شاہد ہے یہاں آکر مجبوراً دوسری طرف ہو جاتا۔ مجھے اس تصور میں بھی بدبو سی لگتی ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت مریم علیہم السلام کو ہی سہی سچے اللہ کے ساتھ ملا کر معبود قرار دینے کی راہ نکلتی ہو۔ جب میں غور کرتا ہوں کہ ایسا کیوں ہے، دل یہی جواب دیتا ہے کہ شرک عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت ہی کے خلاف ہے۔ میرے برادرانِ طریقت میں سے ایک نامور اور مخلص شخصیت ہیں ڈاکٹر محمد یسٰین صاحب مدظلہ۔ یہ پہلے نارووال میں تھے، اب لاہور میں منتقل ہو چکے ہیں۔ ان پر کبھی 'احسان' کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور بعض دفعہ ان کے محرکات بھی بڑے عجیب ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی کافر مشرک اُن کے پاس بیٹھا ہو تو انہیں اس سے 'شرک و کفر' کی بو آتی ہے اور اگر قریب کوئی مسلمان ہو مگر بے نماز ہو تو بے نماز ہونے پر بھی اس کی بدبو سے اس کا پتہ چل جاتا ہے کہ کفر و شرک کی بو اور طرح کی ہوتی ہے اور بے نماز ہونے کی بدبو اور طرح کی۔

دیکھا نام نہاد مفسر قرآن ابوالکلام آزاد کی ملتِ اسلامیہ کے بارے میں احساس کمتری کو کہ ایک طرف ایک ناپاک ہندو اور ایک طرف اس پاک خوش عقیدہ مومن مگر اس بدبخت کے نزدیک ایک ناپاک ہندو دس پاک مومنوں سے اعلیٰ و برتر ہے، اب ایمان کو گواہ بنا کر سوچیئے کہ یہ بات کہنے والا ملت اسلامیہ کا فرد ہے یا ملت شرک کا لشکر اسلام کا سپاہی ہے یا لشکر کفار کا، مسلمان اگر ملت اسلامیہ کے اتحاد کے لئے اس کی شمولیت کا انتظار کریں تو کس بھروسے پر اور یہ سوچیں کہ ابوالکلام آزاد کو بھی ساتھ ملا لیں کہ ملت کے استحکام کی راہ ہموار ہو تو کیونکر ممکن ہے۔ وہ تو ملت اسلامیہ کے دس افراد کو ملتِ کافرہ کے ایک فرد پر قربان کر رہا ہے اُسے ملتِ اسلامیہ کی بقا کا سودا ہی نہیں، وہ اس کی بقا کے مقابلے میں ملت کافرہ کو ترجیح دیتا ہے۔ خدارا انصاف سے سوچیئے آزاد تفسیر لکھے، اسلام کے ارکان پر عمل پیرا ہو مگر اس فکر کافرانہ کی بنا پر جو شخص اس کو پھر بھی ملت اسلامیہ کا ہی فرد سمجھتا ہے، خود فریبی کا شکار نہیں تو کیا ہے۔ ہاں اتحاد ملت اسلامیہ کا خواب دیکھنے والے مخلص افراد کی خدمت میں بصد ادب گزارش ہے کہ اتحاد کی کاوشیں کرنے سے پہلے ٹھنڈے دل سے سوچ لیں کہ کون اپنا ہے اور کون دشمن ہے۔ نام کے اعتبار سے صادق اور جعفر دونوں مسلمانوں کے نام ہی ہیں۔ دونوں نے اپنا بن کر ملت اسلامیہ کی پیٹھ میں اس وقت چھرا گھونپا کہ اگر ایسا نہ کرتے اسلام کی فتح یقینی تھی، سلطان ٹیپو اور سراج الدولہ دونوں مخلص بھی تھے، جانباز بھی تھے مگر افسوس قریبی ساتھیوں کو بھی پہچان نہ سکے۔ صرف اپنے اپنے دست راست کو جو دراصل مار آستیں تھا، نہ پہچانا (یا پہچاننے کی کوشش نہ کی یا یوں سمجھئے غداروں پر حد سے زیادہ بھروسہ کیا) اور نتیجہ عملاً اسلام دشمنوں کی یلغار روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ اسی میدان میں شہید یا گرفتار ہو کر امید کا جو ٹمٹماتا چراغ روشن تھا، گل ہو گیا، بہترین اور مضبوط ترین رکاوٹ دور ہو گئی تو دشمنوں نے چند دنوں میں دلی کا تاج و تخت بھی ویران کر دیا اور پورے براعظم کے مالک بن بیٹھے۔ ہمارے پاس اس قسم کے واقعات کی یاد دلانے کیلئے اس قسم کے شعر رہ گئے۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن

ننگ قوم و ننگ دیں، ننگ وطن

مگر ہم ان سے کیا عبرت سیکھ رہے ہیں۔ قوم کو ان کے ناموں سے ایسی نفرت ہو گئی کہ ان کے ناموں اور ان کے تذکروں سے بھی بدبو آنے لگی۔ جعفر اور صادق واقعی ہمیشہ کیلئے بدنام ہو گئے اور لعنت و ملامت کا شکار ہو گئے، مگر از راہ کرم یہ بھی سوچیئے یہ دونوں 'مولوی' نہیں تھے، قرآن پاک

کے مفسر نہیں تھے، حدیث پاک کا درس نہیں دیا کرتے تھے، انہوں نے کسی پیر طریقت کا لبادہ نہیں اوڑھ رکھا تھا۔ غداری کی، قوم کا مفاد بیچا، چند روز عیش کیا اور پھر ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، مگر ان کے علاوہ اس دور میں کچھ مولوی بھی خریدے گئے اور عربیک کالج دلی میں کھول کر کچھ مولوی گھڑے گئے۔ ان سے جو ہو سکتا تھا، انھوں نے بھی اسلام کو نقصان اور دشمنوں کو فائدہ پہنچایا، اسی طرح ان سے پہلے بھی کچھ مولوی گھر سے چلے تھے انگریز کے راستے کی رکاوٹیں دور کرنے کیلئے 'جہاد' تو ہوتا ہے اللہ کے دشمنوں کے خلاف اللہ کی راہ میں، انھوں نے کیا انگریز کے دشمنوں کے خلاف انگریز کی راہ میں، شہید وہ ہوتا ہے جو اللہ کے نام پر قربان ہو، اللہ کے دین، اللہ کے نبی ﷺ پر قربان ہو اور اللہ کی رضا کیلئے قربان ہو، یہ ہوئے قربان مگر انگریز پر ان کی حکومت پر اور ان کی رضا کیلئے شہید کیونکر ہوئے؟ مگر باتیں بنائی گئیں، تانیں اڑائی گئیں، شانیں بڑھائی گئیں اور حقیقتیں چھپائی گئیں۔ ایسی شخصیت جس نے کلکتہ میں اور پھر بار بار اعلان کیا تاکہ کوئی کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو، اور اونچے سروں سے اعلان کیا تاکہ سب تک پہنچ جائے۔ اور اعلان بھی کیا؟ انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنا حرام ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ، اللہ کے ولی اور اللہ کے بندوں سے مدد مانگنے کو حرام کہنے والے کھلے بندوں اللہ کے دشمنوں یعنی انگریزوں سے مدد مانگتے رہے اور مدد مانگتے موت کے منہ میں.......... چلے گئے۔ مگر عقیدت و محبت کا رنگ دیکھئے جس کام کو وہ حرام سمجھتے تھے، ان کے ذمے لگا دیا گیا یعنی انگریز کے ساتھ جہاد کرنے کو یہ کیسے مرید، پیر جسے حرام سمجھے، مرید اسی 'حرام' کا اور وہ بھی اُسی پیر کو مرتکب ٹھہرائیں، حالانکہ ان کو پتا ہونا چاہئے، پیر حرام نہیں کرتا اور کرے تو پیر نہیں۔ پیر بھی مانیں اور اسے حرامکار بھی مانیں، یہ ہے الٹی مت

گر بیا ید نرود گر برود باز آید
مگس کفر بود خال رخ وہابی

خیر یہ تو پرانی باتیں ہیں۔ نصف صدی پہلے کی تاریخ کی طرف آیئے تحریک پاکستان جب چل رہی تھی، قیام پاکستان کے سوا مسلمانان برصغیر کے مسائل کا کیا حل تھا؟ اتنے بڑے علاقے میں ایک آزاد مسلم مملکت کتنی ضروری تھی، چنانچہ قائد اعظم اور ان کے ہمنواؤں نے بہت مدت کے غور و خوض کے بعد حکیم الامت علامہ اقبال کی خود ہستی کے مطابق قیام پاکستان کی تحریک چلائی، مشائخ عظام اور علمائے اہل سنت نے اس سچے اور مفید مطالبے میں قوت بھری۔ اللہ کے فضل و کرم، حضور سرور کون و مکان، رحمت عالم و عالمیاں ﷺ کے تصرف، اللہ والوں کی دعاؤں اور قائد اعظم محمد علی جناح جیسے مخلص اور باوقار رہنما کی تگ و دو سے آخر پاکستان بن گیا۔ اس موقع پر ابو الکلام آزاد اور اس کے ہم نوالہ و ہم پیالہ لوگوں کا طرز فکر اور طرز عمل کیا تھا؟ ان لوگوں نے وہی چاہا جو اسلام کے دشمنوں نے چاہا یعنی اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھا اور وہی کیا جو دشمنان اسلام نے کیا یعنی مقدور بھر قیام پاکستان کا راستہ روکا۔ گاندھی، نہرو اور پٹیل وغیرہ مسلمان نہیں تھے، ان سے ہمیں کوئی گلہ نہیں، مگر ابو الکلام آزاد تو خود کو مسلمان کہتا تھا، اسے شرم نہیں آئی۔ پھر یہ بھی ایک چمکتی ہوئی حقیقت ہے کہ گاندھی، نہرو اور پٹیل اپنے کافرانہ نظریات کیلئے کتاب و سنت کی کسی آیت و روایت کا سہارا نہیں لے رہے تھے مگر آزاد اور اسکے بدبخت 'غلام' جو انگریزوں کی غلامی کے بجائے ہندوؤں کی غلامی کیلئے میدان ہموار کرنا چاہتے تھے، کتاب و سنت سے اپنے گمراہ کن دلائل ثابت کر رہے تھے...... پھر یہ کس تعجب و تحسر کی بات ہے کہ گاندھی، نہرو اور پٹیل تینوں ہندو مسلم کی الگ الگ قومیت کو تسلیم کر گئے مگر ابو الکلام آزاد پھر بھی قائل نہ ہو سکا۔ کتنی بے حمیتی کی بات ہے کہ تینوں نے آزاد کے منہ پر کہا کہ واقعی ہندو اور مسلم الگ قومیں ہیں مگر آزاد پھر بھی مطمئن نہیں ہوا۔ دیکھو اسکی اپنی کتاب **India wins Freedom** اب اس کا ترجمہ اس کے سوا کیا تھا کہ گویا اسے سمجھا رہے تھے آزاد تم مسلمان ہو، ہماری قوم ہندو سے تمہارا کیا تعلق ہے مگر یہ پھر بھی بے شرمی اور ڈھٹائی سے یہی تاثر دیتا رہا کہ نہیں میں تمہارا ہوں۔ میں تمہارا ہوں۔ پنجابی ضرب المثل ہے **"من نہ من، میں تیری رن"** یعنی تو مجھے اپنی بیوی تسلیم کر خواہ نہ کر مگر بہر حال تیری ہی بیوی ہوں'۔

اب سوچئے یہ شخص جو خود کو ہندوؤں سے بھی زیادہ 'ہندو' ثابت کر رہا ہے اور ایک غیر اسلامی سوچ میں گاندھی اور نہرو تک سے زیادہ پختہ ہے، اسے ملت اسلامیہ کا فرد کیونکر کہا جانا چاہئے۔ مگر افسوس اس کے مفسر قرآن ہونے کی بنا پر لوگوں نے اسکے سب عیبوں پر پردہ ڈال دیا۔ ہونا تو یہ

چاہئے کہ مولوی نہ ہو کر غداری کرے تو جعفر و صادق کی طرح محض غدار ہے، مگر مولوی ہو کر غداری کرے تو ڈبل غدار ہے۔

۱۹۶۴ء کے لگ بھگ کی بات ہوگی، میں ان دنوں گورنمنٹ ہائی سکول نور پور نورنگا ضلع بہاولپور تدریس کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ ایک 'معقول' نما صاحب آئے اور موجودہ فرقہ ورایت پر بات شروع ہوگئی۔ وہ فرمانے لگے ہمیں تو کوئی سمجھ نہیں آ رہی، وہ بھی قرآن پڑھتے ہیں، یہ بھی قرآن پڑھتے ہیں، وہ بھی حدیث کی بات کرتے ہیں، یہ بھی حدیث کی بات کرتے ہیں، اُن کے ہاں بھی فقہ ہے، اِن کے ہاں بھی فقہ ہے، پھر فیصلہ کیونکر ہو؟ میں نے عرض کیا فرمایئے کیا چور مجرم ہوتا ہے؟ اور اگر چور چور ہونے کے ساتھ ساتھ امام مسجد بھی ہو تو جرم زیادہ محسوس ہوگا کہ نہیں۔ بولے 'ضرور زیادہ ہوگا'۔ عرض کیا 'اگر وہ امام بھی ہو خطیب بھی ہو ہر روز صبح درس حدیث بھی دیتا ہو، ایک چھوٹے موٹے مدرسے کا صدر مدرس اور مہتمم بھی ہو؟ فرمانے لگے پھر تو اس کا جرم کئی گنا زیادہ ہو گیا، میں نے کہا اسی طرح سوچئے۔

کیا گستاخی، رسول ﷺ کفر نہیں ہے؟ بولے ضرور ہے

میں نے عرض کیا ''اگر گستاخ پڑھا لکھا ہو اور مولوی بھی ہو تو پھر؟ بولے ''زیادہ کفر ہوگا' عرض کیا اگر وہ خطیب، مدرس اور مہتمم مدرسہ بھی ہو تو پھر فرمایا 'کئی گنا زیادہ۔ میں نے کہا۔ 'اگر وہ قرآن کی آیتوں اور حدیث کی روایتوں سے اپنے گستاخانہ موقف کو مدلل بنانے کی کوشش کرے تو فرمانے لگے ''کفر از حد زیادہ'' میں نے عرض کیا ''لوگ جرم کو سامنے نہیں رکھتے، مجرم کو سامنے رکھتے ہیں اور گومگو کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ جس بارگاہ عرش پناہ کی گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں، اس کا حال تو اقبال اور قدسی سے پوچھئے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اسی سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے، یہ اس سے پہلے کا ہے اور اس کا تعلق بھی قیام بہاولپور سے ہے۔ بات یہ ہے۔ مئی ۱۹۶۳ء میں میرا تبادلہ گورنمنٹ پائیلٹ سیکنڈری سکول سیالکوٹ سے گورنمنٹ ہائی سکول چک نمبر ۱۱ ضلع بہاولپور میں ہوگیا۔ سکول میں حاضر ہوتے ہی ہیڈ ماسٹر صاحب سے ابتدائی گفتگو ہی میں ملت کے اتحاد و انتشار کے موضوع پر تبادلہ خیال شروع ہوگیا۔ وہ میرے خیالات سے کوئی نتیجہ نکالنا چاہتے تھے اور میرے مذہبی خیالات معلوم کرنا چاہتے تھے۔ میں نے بغیر کسی مصلحت کے صاف صاف کہہ دیا کہ جن لوگوں نے 'مولوی' بن کر حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کو اپنی زندگی ء دوروزہ کا مقصدِ وحید بنا لیا، ملت کے انتشار کا سبب بن گئے اور آج قوم اتفاق و اتحاد سے جتنی دور ہے سب انھیں لوگوں کی وجہ سے ہے۔ اس موقع پر سکول کے عربی ٹیچر مولوی محمد یعقوب صاحب موجود تھے۔ وہ گویا علاقے کے مفتی تھے اور ایک عربی مدرسے کے منتظم ہونے کی بنا پر رمضان المبارک میں پورے علاقے کو تراویح کے امام فراہم کیا کرتے تھے۔ جامعہ عباسیہ بہاولپور کے فارغ التحصیل تھے۔ اس وقت تک میں انھیں قطعاً نہیں جانتا تھا۔ میں نے اوپر کا اشارہ کیا اور بتایا کہ میرے نزدیک انتشار و اختراق کا اصل سبب وہ علماء ہیں جنھوں نے حضور پرنور ﷺ کی شان میں پہلے خود گستاخیاں کیں۔ پھر دوسروں کو اس کفر غلیظ پر ابھارا تو 'مولانا' محمد یعقوب صاحب فرمانے لگے۔

حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے خوب فیصلہ فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ یہ لوگ ان لوگوں کی قربانیاں نہیں دیکھتے، ان کے مجاہدے، ان کی تبلیغِ اسلام ان کا ذکر وفکر کچھ نہیں دیکھتے، ہاں چھ سات سو صفحات کی کتاب میں ایک دو فقرے نکال لیتے ہیں اور جھٹ کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ بس ان کا یہی معیار ہے میں نے کہا واقعی قاری طیب صاحب کا معیار یہی ہوگا مگر خالقِ کائنات نے یہ معیار نہیں دیا، اس نے فرمایا۔

یـایهـا الذین امنو الاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرونo (الحجرات ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمھارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمھیں خبر نہ ہو۔

میں نے کہا اس آیت سے تو ظاہر ہے (معاذ اللہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے حضرات کے لئے بھی یہی قانون ہے کہ اگر وہ بھی خلاف ورزی کریں اور آدابِ رسالت سے بے نیاز ہو جائیں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہو جائیں۔ مولوی صاحب کو اور تو کوئی جواب نہ آیا البتہ یایھا الذین امنوا کے آیت میں شامل ہونے یا نہ ہونے کی بحث شروع کر دی۔ یعنی کچھ کہا تو یہ کہا کہ اس آیت میں یایھا الذین امنوا نہیں ہے، حافظِ قرآن تھے، قرآن پاک لایا گیا تو امید ہے دل میں شرمندہ ہوئے ہوں گے۔

یوں لگتا ہے شیطان ملعون جو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے اور ہر قیمت پر انھیں گمراہ دیکھنا چاہتا ہے، اپنی مثال کو سامنے رکھتا ہے، یعنی خلیفۃ اللہ کے بغض اور تعظیم نہ کرنے کے سبب اس کے اپنے لاکھوں ہزاروں سال کے سجدے اکارت گئے یونہی وہ جسے بھی تباہ کرنا چاہتا ہے اسے اسی راہ پر گامزن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پہلے دل میں یہ بات بٹھاتا ہے کہ میں بہت اعلیٰ ہوں، میں اپنے سے زیادہ کسی کو اعلیٰ کیوں مانوں، پھر جس کو اعلیٰ ماننے کی دعوت دی جا رہی ہے، بشر ہی تو ہے، جب میں بھی بشر ہوں اور یہ بھی بشر ہے تو پھر وجہِ امتیاز کیا رہی۔ اپنے بارے میں غرور و تکبر، محبوبانِ خدا کے ساتھ ہمسری و برابری اور ان کی مخصوص عظمت کا انکار، پھر ایک ایسی شخصیت سے مسحور و متاثر کرنا جو اپنے دور میں تمام شیطانی قوتوں کی نمائندہ ہو اور شیطانی نظام کی روحِ رواں ہو، اللہ کے بندوں سے دوری اور شیطان کے بندوں سے اتنی قربت کے بعد دوسروں کو پھانسنے کے لئے دامِ ہمرنگ زمین بچھانا یعنی اپنی صالحیت کا ڈھونگ، اپنے جھوٹے تقویٰ اور شکل و صورت سے خود کو مومنِ صالح منوانے کی تدبیریں، اس سلسلے میں شیطانی الہاموں کے سہارے اور جھوٹے خوابوں کی کثرت۔ اردگرد دیکھ لیں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ نجد و دیوبند کے بارے میں جو تصورات عام کئے گئے ان میں کتنوں کی بنیاد خوابوں پر ہے۔

شیطان نے بنی آدم کے کثیر التعداد افراد کو بشریت اور ہمسری کے مسئلے میں الجھا کر حق قبول کرنے سے روکا انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت سے جو اس الجھن سے نکل گئے نکل گئے باقی اکثر تباہ برباد ہوتے رہے۔ حضور اکرم نورِ مجسم ﷺ اللہ کے آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔ ان کی بعثت سے حق بالکل واضح ہو گیا اور اس طرح واضح ہوا کہ اس کی مزید وضاحت کے لئے کسی نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ اسلام کی قوت و شوکت سے مرعوب ہو کر کفر کے کچھ فرزندوں نے نفاق کا روپ دھار لیا۔ منافقین صدرِ اول سے اپنی اسلام دشمن کاروائیاں چھپ چھپ کر سر انجام دینے کے عادی رہے ہیں۔ تاہم مقامِ نبوت سے بغض و عناد ہی ان سب کی بڑی فکری بنیاد رہی ہے اور اس کا اظہار عموماً نبی کی بشریت پر زور، نبی سے ہمسری کا شور، نبی کے فضائل کے انکار اور نبی سے بغاوت پر اصرار جیسے عنوانات تحریر و تقریر سے ہوتا رہا ہے۔ اللہ کے محبوب بندوں کو خاطر میں نہ لانا اور اللہ کے دشمن پر تن من دھن وارنے کے لئے تیار رہنا اس کی دو بالکل ظاہری علامتیں ہیں۔ ایمانداری سے سوچئے کیا دورِ حاضر میں ہم نے ایسے مناظر نہیں دیکھے۔

گاندھی کیا تھا؟ کون تھا؟ اس میں کونسی خوبی تھی؟ کس مذہب کی آغوش میں اس نے تربیت حاصل کی؟ اور کونسی کتاب تھی جسے پڑھ کر وہ عقل سے ماورا کسی عروج کو پہنچا اور کونسا ایسا استاد تھا جس نے اس کی تربیت کر کے اسے علم و عرفان کی تمام منازل طے کرا دی ہیں۔

ہاں ہاں اس کے پاس قرآن پاک کی روشنی نہیں تھی، اسلام پر اسے ایمان نہیں تھا، نورِ توحید سے یکسر خالی اور شرک اس کے رگ و ریشہ میں سمایا ہوا تھا۔ کسی بندۂ مقرب کی غلامی اور تربیت سے مشرف نہیں تھا۔ قرآنِ پاک نے بنی نوع انسان کے جس گروہ کو نجس فرمایا ہے، وہ بھی اسی کا ایک

فرد تھا پھر بھی اسے مہاتما (یعنی معاذ اللہ روح اعظم) کہنا قرآن کی، ایمان کی، اسلام کی اور توحید و تصوف کی توہین ہے، اسے عام درجے کے مسلمان کے برابر سمجھنا جائز نہیں چہ جائیکہ انسان مسلمان ہو کر اس کی محبت میں دیوانہ ہو جائے مگر ایمان فروش مولویوں نے پہلے خود اس کے عشق میں اپنا سب کچھ لٹا دیا اور دوسروں کو اس کے آستانِ عظمت پر جھکاتے رہے۔ تا آنکہ یہ سلسلہ یہاں تک پہنچا کہ

مولانا ظفر الملک علوی ایڈیٹر 'الناظر' لکھنو نے کہا

''اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے''

کسی نے گایا،

'صرف زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے'۔

کوئی چہکا،

'میں اپنے لئے بعد رسول مقبول ﷺ گاندھی جی ہی کے احکام کی متابعت ضروری سمجھتا ہوں'

کوئی چلایا،

'گاندھی کو اپنا رہنما بنا لیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں، میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے'

عمرے کہ بآیات واحادیث گزشت

رفتی و نثار بت پرستی کر دی !!،،

ان رہنمایانِ گرامی قدر نے صرف اس پر ہی بس نہیں کی بلکہ:

جامع مسجد دہلی کے منبر پر شردھانند سے تقریریں کروائی گئیں، ایک ڈولی میں قرآنِ کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے، مسلمانوں نے قشقے لگائے،

گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو گھروں میں آویزاں کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا، وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا۔

(الرشاد از سید محمد سلیمان اشرف صدر شعبہ علوم اسلامیہ علی گڑھ)

اس طوفان بدتمیزی بلکہ طوفانِ الحاد کا سب سے موثر اور کامیاب مقابلہ کرنے کے لئے اسلام کا مایہ ناز سپوت، عشقِ رسول ﷺ کا پیکر جمیل، حمیتِ توحید کا مجسمہ، بریلی کا مرد قلندر یعنی مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ میدان میں آگئے، جس کی آواز حق کے سامنے سب آوازیں پست ہو گئیں، جس نے بعض سے توبہ کرائی اور بعض کو ساکت و صامت کیا اور آخر کار قوم سمجھ گئی عشق رسول ﷺ سے خالی ملاملت کے لئے کتنے خطرناک ہیں۔ سچ فرمایا تھا ہادیٔ اعظم، پیغمبر اُعظم، رسول اکرم، نبی محتشم، شفیع محترم حضور سید عالم نور مجسم ﷺ نے،

" ان اخوف مااخاف علی امتی کل منافق علیم اللسان "

ترجمہ: بیشک اپنی امت کے بارے میں جسے سب سے زیادہ خوف ناک سمجھتا ہوں وہ ہے ایسا ہر منافق جو علم کی باتیں کرے

؎ تھا ضبط بہت مشکل اس سیل معانی کا

کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب آخر

سورج الٹے پاؤں پلٹے

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انبیاء کرام خدا کے خلفاء ہیں تو حضور سرور انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں یعنی اللہ کے سب سے بڑے خلیفہ ماذون۔ اسی لئے آپ ساری مخلوق کے رسول ہیں اور ساری مخلوق پر آپ کی اطاعت واتباع فرض ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا حکم اللہ کے نائب مطلق ہونے کی حیثیت سے اللہ کی ساری مخلوق میں نافذ ہے' اسی طرح خلفائے راشدین (انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا) حضور اکرم ﷺ کی سب امت پر اپنے اپنے دور میں نائبین مطلق ہیں۔ اور ہر شخص بلکہ ہر چیز پر ان کا فرمان جاری ہے۔

اوپر مذکور ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ اولیاء عظام بھی خداوند کریم وقدیر کے نائب ہیں۔ یہ ٹھیک ہے مگر ان کی نیابت خداوندی میں انبیاء کرام علیہم السلام واسطہ ہیں۔ لہٰذا اولیاء خدا کے بھی نائب ہوتے ہیں۔ اور انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بھی۔ مگر انبیاء علیہم السلام صرف اللہ کے نائب ہیں۔ اولیاء کی نیابت جتنی بھی بلند اور مضبوط ہو' خلفاء راشدین کی نیابت کے درجے کو نہیں پہنچ سکتی۔ خلفاء راشدین اپنی اپنی خلافت پر فائز ہونے کے دوران اسی طرح گناہوں سے محفوظ ہیں جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام یقینی طور پر گناہوں سے معصوم ہیں اور جس طرح حضور اکرم ﷺ کا حکم اللہ ذوالجلال کا حکم ہے۔ یونہی خلفاء راشدین کا حکم رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے اور ساری امت پر (بلکہ ساری مخلوق پر جیسا کہ اوپر بھی واضح ہو چکا) لاگو ہے۔ اس سلسلے میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دریائے نیل کے نام خط لکھنا اور زمین پر کوڑا مار کر جذب شدہ تیل کو باہر نکلوانا دو روشن دلیلیں ہیں۔ (جیسا کہ ان کی کرامات میں مذکورہ ہیں)

اگر اسی وضاحت کو ذہن نشین کر لیا جائے تو جس طرح ان دو واقعات سے خلافت راشدہ کی عظمت وحقیقت کا پتہ چل جاتا ہے۔ سورج کے پلٹنے سے خلافت راشدہ کی عظمت وحقیقت کیوں واضح ونمایاں نہیں ہوتی۔ اگر انسان سچے دل سے خلفائے راشدین کا غلام ہو تو جن باتوں سے خلافت راشدہ کی برتری کا پہلو نکلتا ہے، انہیں خواہ مخواہ جھٹلانا کتنا غلط دکھائی دیتا ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ دونوں کرامات ان کے دور خلافت سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ سورج پلٹنے کا واقعہ بہت پہلے کا ہے جب کہ حضور پرنور ﷺ ابھی دنیا میں جلوہ افروز تھے اور دور خلافت کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا۔ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ بلاشبہ یہ واقعہ حضور ﷺ کے اپنے دور حیات ظاہرہ کا ہے۔ تاہم کیا یہ ممکن نہیں کہ سرکار ﷺ کا اس واقعے سے ایک مقصد خلافت راشدہ کی عظمت دکھانا بھی ہو۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ مختلف طریقوں سے اپنے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی (خلافت کی) طرف اشارہ کرتے رہتے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ حضور ﷺ نے چند کنکریاں اپنے ہاتھوں میں لیں تو ان کنکریوں نے آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی جس کو تمام حاضرین نے سنا۔ پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ اب بھی کنکریوں نے تسبیح پڑھی جس کی آواز کو سب حاضرین نے سنا۔ پھر آپ ﷺ نے وہ کنکریاں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ اب بھی کنکریوں کی تسبیح پڑھنے کی آواز حاضرین نے سنی پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ ان کے ہاتھ میں بھی کنکریاں تسبیح پڑھتی رہیں جس کی آواز کو حاضرین نے سنا۔ (ظاہر ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس موقعے پر موجود نہیں ہوں گے) پھر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر فرداً فرداً وہ کنکریاں رکھیں مگر کسی کے ہاتھ سے بھی تسبیح کی آواز سنائی نہ دی۔ (خلافت راشدہ)

یہ گویا ایک طریقہ تھا اپنے خلفاء ثلاثہ کے تعارف کا۔ (اور ان کی خلافت راشدہ کی عظمت وحقانیت ظاہر کر کے ان کی اطاعت کا راز سمجھانے کا۔) جیسے ان حضرات کی خلافت یوں ثابت کی گئی' کیا یہ ممکن نہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافت راشدہ کا اظہار کسی اور طریقے سے کیا گیا ہو جیسا کہ یہی رد الشمس کا واقعہ' سورج لوٹانے کے اس واقعے سے ایک اور طرح بھی خلفاء راشدین کی عظمت کا نقش ابھرتا ہے۔ خلیفہ چہارم کی نماز عصر رہ گئی اور سورج لوٹایا گیا۔ جس شخصیت کی ایک نماز کا ضائع ہونا قدرت کو پسند نہیں' اس نے تقریباً چوبیس سال پہلے تین خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں کیونکر ادا کیں۔ کیا اب قدرت (معاذ اللہ) بے بس ہوگئی تھی۔ دوسرے الفاظ میں رد الشمس کا یہ واقعہ ان پہلے تین خلفاء کی صداقت وحقانیت کا بھی بین ثبوت ہے' جن کی عظمت کا انجمن سپاہ صحابہ کو بھی کھلا اقرار ہے۔

غنیۃ الطالبین کا حوالہ: ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' کے مضمون نگار نے سب سے پہلے حضور سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر قدس سرہ سے منسوب کتاب غنیۃ الطالبین سے ''ایک تاریخی پیرا نقل کیا ہے۔ جس میں شیعہ عقائد بیان فرمائے گئے ہیں۔ جہاں تک اس کے نفس مضمون کا تعلق ہے یقیناً گستاخان صحابہ کے ایسے ہی فضول اعتقادات ہیں اور ان میں بعض نے حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو نبی' بلکہ عام نبیوں سے افضل بلکہ خدا تک کہہ دیا ہے۔ ایسے لوگ محبّ مفرط (محبت میں حد سے بڑھنے والے ہیں) اور اپنے عقیدے کے مطابق گمراہی کے مختلف درکات میں گرے ہوئے ہیں۔ وہ بعض جن کے یہ عقائد ہیں' حد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں۔

جہاں تک ''غنیۃ الطالبین'' کا تعلق ہے' سب محققین اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ عبدالعزیز پرہاروی جیسی شخصیات بھی اس نسبت سے مطمئن نہیں ہیں۔

جب ایسے جلیل القدر فضلا بھی اسے حضور غوث اعظم قدس سرہ کی کتاب تسلیم کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ تو اس سے استدلال بھی زیادہ یقینی نہیں رہ جاتا۔

بہر حال مضمون نگار' ابو محمد جھنگوی صاحب کے نزدیک یہ حضرت ہی کی تصنیف ہے تو اس کی ایک اور عبارت بھی ملاحظہ فرمالیں۔ جس میں اولیاء کرام کے تصرفات پر داد تحقیق دی گئی ہے مقام ولایت پر فائز ہونے والے کو فرماتے ہیں۔

''پس اس وقت تم اسرار علوم (خصوصاً (علوم لدنی اور اس کے عجائب وغرائب پر امین ہوجاؤ گے۔ تکوین اور خرق عادات تمہاری طرف لوٹایا جائے گا اور یہ ایسی قدرت ہے جو اہل ایمان کو جنت میں حاصل ہوگی۔ تمہاری یہ حالت ہوگی گویا مرنے کے بعد آخرت میں زندہ کئے گئے ہو اور یوں سراپا قدرت بن جاؤ گے۔ (فتکون کلیتک قدرہ) تم اللہ تعالیٰ کے (خصوصی کرم کے) ساتھ سنو گے۔ اللہ کے ساتھ بولو گے' اللہ کے ساتھ دیکھو گے' اللہ کے ساتھ پکڑو گے' اللہ کے ساتھ سعی کرو گے' اللہ کے ساتھ سمجھو گے۔ (**تسمع باللہ و تنطق باللہ و تبصر باللہ و تبطش باللہ و تسعی باللہ و تعقل باللہ** (غنیۃ الطالبین ص ۸۳۳)

قرآن کا طرز تردید: جھنگوی صاحب نے غنیۃ الطالبین کا حوالہ بھی ''ظاہر ہے'' اسی لئے دیا ہے کہ شیعہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعریف میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ اسی غرض سے آگے جا کر اس نے معین کاشانی (شیعہ شاعر) کی ایک نظم کے چند شعر درج کر کے ان کا ترجمہ بھی دیا ہے۔ ان اشعار میں فی الواقع بہت زیادہ غلو (اور مبالغہ) ہے۔ اسی مضمون میں اس سے کچھ پہلے ان مولویوں کی ''جہالت'' کا رونا بھی رویا ہے۔

جو بڑے دلاویز طریقے سے آستین اوپر چڑھا کر اور سینہ پھلا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان بیان کرتے ہیں۔ (نجانے جھنگوی صاحب نے انہیں ہمارے مولوی کیوں کہا ہے‘ ان کے ہوتے تو انہی کی طرح بغض علی سے بھرے ہوتے۔) معلوم ہوتا ہے کہ لکھاری کو مضمون لکھنے کی ضرورت بھی اسی لئے ہوئی ہے کہ لوگ حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں اور وہ ہرگز اس صورت حال کو برداشت نہیں کرتا۔ لہذا اس کے نزدیک ضروری ہے، جن روایات سے حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی شان عظمت نمایاں ہوسکتی ہے۔ موضوع اور جعلی ثابت کی جائیں۔ قرآن حکیم پر غور کریں تو اس نے اس انداز تردید کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کی۔ مثلاً دیکھئے‘ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں اس لئے کہ وہ مردے زندہ کردیتے تھے۔ مگر قرآن حکیم نے اس کے جواب میں مسیح علیہ السلام کے خدا ہونے کا تو رد کیا۔ ان کے فضائل وکمالات خصوصاً مردوں کو زندہ کرنے کا خود اثبات کیا۔ حقیقت یہ ہے اللہ کے کلام ہی نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد، پنگھوڑے کے کلام، تصرفات عجیبہ وعلم غیب اور سیرت وکردار کا حال بیان فرمایا ہے۔ اگر قرآن حکیم ان کی عظمت کے شواہد پیش نہ کرتا تو دنیا ان کے بارے میں بہت سی بدگمانیوں میں مبتلا رہتی۔ یہی انداز‘ حدیث کا ہے۔ اسی سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے‘ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے انکار پر کمر بستہ نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ شیعہ لوگوں نے حد سے مبالغہ کرکے جو ان کی شان میں باتیں اپنی طرف سے گھڑلی ہیں۔ ان کو غلط ثابت کرنا چاہئے کسی روایت پر آپ کو اعتراض ہے۔ تو محض تحقیق کی روشنی میں اس پر تبصرہ کیجئے نہ کہ خلیفہ راشد سے بغض رکھ کر اسی دوزخ میں پہنچیں جہاں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گستاخ پہنچتے ہیں۔

آپ کو شیعہ شاعر سے کد ہونا چاہئے کہ اس نے از حد غلو کیا ہے مگر کیا کبھی اکابر اہل سنت کی تحریریں بھی ملاحظہ فرمائیں جن میں حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے اظہار عقیدت کیا گیا ہے اور کبھی آپ نے بھی ایسی روایات پیش کیں۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں آیئے صحاح ستہ بلکہ صحیحین کی چند روایات ہی دیکھ لیں اور فیصلہ کریں کہ ان کی روشنی میں حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مسلمان کو کس قسم کی عقیدت ہونی چاہئے۔

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور خواجہ کونین ﷺ نے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔

انت منی بمنز لة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعد ی (بخاری مسلم)

ترجمہ: تم مجھ سے اس درجے میں ہو جو ہارون کو موسیٰ علیہما السلام سے تھا بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۔ (حضرت سہیل ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایات میں حضور اکرم ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا۔

لا عطین هذه الرایة غدا رجلا یفتح الله علی یدیه یحب الله و رسوله و یحبه الله و رسوله فلما ا صبح الناس غدوا علیٰ رسول الله ﷺ کلهم یر جون ان یعطا ها فقال این علی ابن ابی طالب.

ترجمہ: کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا‘ وہ اللہ‘ رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ‘ رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے سب کو جھنڈا ملنے کی امید تھی۔ تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہیں۔۔۔۔۔ (بخاری۔ مسلم)

۳۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا

ان علیا منی و انا منه وهو ولی کل مومن

ترجمہ: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں۔

اس کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت درج ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا

من کنت مو لا ه فعلی مو لا ه (احمد۔ ترمذی)

ترجمہ: جس کا میں مولا‘ اس کے علی مولا

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں تعصبات شیعہ کے تحت ان کے تیرھویں تعصب میں شیعہ کا ایک جھوٹا الزام بیان کرتے ہیں کہ اہل سنت کو حضرت علی اور ان کی اولاد پاک سے سخت بغض ہے پھر اس کا تحقیقی جواب دیتے ہوئے چاروں اماموں (ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل) رضی اللہ عنہم کی محبت اہل بیت کے بہترین ثبوت دیئے ہیں۔ آخر میں نتیجہ نکالتے ہیں۔

''اہل سنت کا مدار شریعت اور طریقت پر ہے اور انہی دو باتوں کی بنا پر وہ کسی کو سردار مانتے ہیں شریعت میں بڑے لوگ چاروں فقیہ ہیں اور طریقت میں بڑے لوگ تصوف کے سلسلوں کے مورث۔ ان دونوں گروہوں کا رجوع اہل بیت کی طرف ہے اور ان ہی کے خوان فیض سے بچا بچایا حاصل کرتے ہیں تو بغض اہل بیت کی نسبت اہل سنت کی طرف کرنا ایسا ہے جیسا محسوس چیزوں کا انکار اور اجتماع اضداد کا دعوی۔

اس جواب میں حضرت شاہ صاحب قبلہ نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اٹھارہ شعر نقل فرمائے ہیں۔ چند شعر درج ذیل ہیں۔

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم　　　　فرض من اللہ فی القران ا نزلہ

یکفیکم من عظیم الفخر انکم　　　　من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

ترجمہ: اے رسول اللہ کے اہل بیت، تمہاری محبت اللہ نے قرآن میں فرض فرمائی ہے۔ تم کو یہ بڑا فخر ہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں ہوتی (نماز میں درود پڑھنا حضرت امام شافعی کے نزدیک فرض ہے)

اذا فتشوا قلبی اصابو یہ　　　　سطرین قد خطا بلا کاتب

العلم و التوحید فی جانب　　　　وحب اھل بیت فی جانب

ترجمہ: جب لوگ کریدیں گے میرے دل کو تو اس میں دو سطریں لکھی ہوئی پائیں گے۔ علم و توحید، ایک جانب اور حب اہل بیت دوسری جانب۔ اسی میں کثیر عزہ کے شعر ہیں جو اس نے نواصب کے خلاف لکھے ہیں۔

لعن اللہ من یسب حسینا　　　　او اخاہ من سو قتہ و امام

ورمی اللہ من یسب علیا　　　　بصدام و از لق و جذام

ترجمہ: لعنت کرے اللہ اس پر جو گالی دیتا ہے حسین کو اور ان کے بھائی کو رعایا سے حالانکہ وہ امام ہیں۔ اور مارے خدا اس شخص کو صدموں سے نفرتوں سے اور جذام سے جو گالی دیتا ہے حضرت علی کو رضی اللہ عنہم

حضرت شاہ ولی اللہ پر نوازشات: حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ القوی پر جھنگوی بہت برسے ہیں اور ایک غیر معروف شخص حکیم فیض عالم صدیقی کے حوالے سے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ علماء دیوبند کی عجیب حالت ہے بلکہ منکرین کی اکثر یہی کیفیت ہوتی ہے کہ نہ ماننے پر آئیں تو بڑے سے بڑے کی بھی نہ مانیں اور ماننے پر مائل ہوں تو کسی ہچمدان کو قبلہ و کعبہ بنالیں۔

دل نہ آئے تو گل و لالہ کی رنگینی بھی ہیچ
اور آجائے تو کانٹوں سے بہل جاتا ہے دل

جن فضائل کا آج کے دیوبندی انکار کرتے ہیں ان میں اکثر ان کے اکابر کی کتب میں مذکور ہیں۔ ان کے نزدیک ان کے اکابر حکیم الامت قاسم العلوم والخیرات، امام الہند، قطب عالم، غوث اعظم، حجۃ اللہ فی الارضین ہیں مگر جب ان کی کتابوں سے حضور ﷺ کے نور، علم غیب اور اختیار و تصرف وغیرہ کا حوالہ دیں تو نہیں مانتے۔ حقیقت یہ ہے اگر نجد و دیوبند کے سپوت انصاف کا دامن تھامیں تو موجودہ زمانے کی فرقہ واریت جو اسلام کے لئے سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ بہت حد تک کم ہو سکتی ہے، جہاں ان لوگوں کو شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے نام کا استحصال کرنا ہو ورنہ وہ ان کے امام، ہادی،

پیشوا سب کچھ ہیں اور جہاں ان کی بات خلاف طبع ہو وہاں بے رحمانہ تنقید کتنی غلط کتابیں اور کتنے ہی فاسد عقائد ان سے منسوب کر دیئے، اس لئے کے بہر حال ان کی علمی عظمت کا عالمگیر شہرہ ہے۔ یقین نہ آئے تو کالجوں اور یونیورسٹیوں کی نصابی کتب جنہیں اکثر ایسے ہی مصنفین نے لکھا ہے' کا مطالعہ کریں اور پھر ان کی اپنی تصانیف کو سامنے رکھیں۔ بالکل متضاد صورت حال نظر آئے گی ان تعلیمی اداروں کے شاہ ولی اللہ عرس کے مخالف' استمداد اولیا کے منکر یہاں تک کہ یا رسول اللہ کہنے سے بھی ناراض نظر آتے ہیں مگر اصل شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی اپنی کتابوں انفاس العارفین' فیوض الحرمین' درالثمین' الانتباہ وغیرہ میں سب کچھ وہی ہے جو اہل سنت (اولیا کرام کے نیاز مند) مانتے ہیں۔

بہر حال آپ کسی دیوبندی عالم سے پوچھ دیکھئے شاہ ولی اللہ اور حکیم فیض عالم صدیقی کے علم وفضل میں کیا کوئی باہمی نسبت ہے تو امید ہے وہ خود بھی حکیم صاحب کا نام تک بھی نہیں جانتا ہوگا' پھر اس کی تنقید سے حضرت ولی اللہ محدث علیہ الرحمۃ کی تحقیق کو بے بنیاد ثابت کرنے کی کوشش کتنی شرمناک حرکت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خلفائے راشدین اور خلافت راشدہ کی حقیقت پر جو کتاب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالہ الخفاعن خلافۃ الخلفا لکھی ہے۔ اپنی مثال آپ ہے رد شیعہ میں شاید اس سے زیادہ زبردست اور مفید کتاب نہیں ملتی۔ شاہ صاحب قبلہ نے عجیب انداز میں اسے تحریر فرمایا ہے' یونہی ان کے بعد ان کے بلند قد روارث اور سجادہ نشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے تحفہ اثنا عشریہ جیسی لاجواب کتاب لکھی۔ ان کے علاوہ بھی اس موضوع پر ان کی علمی کاوشیں قابل داد ہیں۔ مگر ان حضرات کا ''سپاہ صحابہ'' کی نظر میں بہت بڑا قصور یہ ہے کہ انہوں نے خارجی نقطہ نظر سے شیعہ کا رد عمل نہیں لکھا' بلکہ سنی پیشواؤں کی طرح اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے فضائل وکمالات کا بھی اقرار کیا ہے۔ اگرچہ ساتھ ہی گستاخان صحابہ کے مکروفریب کا ہر پہلو آشکار فرمایا ہے۔

کس قدر غضب کی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر ڈوبے ہوئے سورج کے پھر نمودار ہونے پر ہوئی اور اگر یہ روایت درست ہے (جیسا کہ یقیناً ہے اور آگے ثبوت بھی آرہا ہے) تو خود حضور اکرم ﷺ کی دعا اور معجزے سے ایسا ہوا' مگر صدیقی صاحب کو' اجتہاد' پھر بھی نماز کے ادا ہونے کی اجازت نہیں دے رہا۔ اللہ کا نبی دعا مانگے' اللہ قبول فرمائے۔ اور پھر نماز پڑھی جائے تو کس مسلمان کو اس کی بروقت ادائیگی میں شبہ ہو سکتا ہے۔ ایمان کی نظر سے دیکھو تو سارے صحابہ جو اس وقت موجود تھے۔ اس عظیم شرف پر رشک کرتے ہوں گے اور خود سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بھی اس نماز پر (جس کے لئے نظام کائنات میں تبدیلی کی گئی) انتہائی تشکرانہ مسرت ہوگی۔ مگر کور ذوق دشمن کیا جانے۔ بہر حال کتنی جسارت ہے کہ فتوی فروش ملا اس شرف کو شرف ہی نہیں جانتا۔

حضرت خواجہ کی رباعی: جھنگوی صاحب نے مندرجہ ذیل رباعی پر بھی خاصہ کرم فرمایا ہے۔

شاہ است حسین' بادشاہ است حسین
دین است حسین' دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد، دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسین !!!

مشہور ہے کہ یہ رباعی حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رضی اللہ عنہ کی ہے (ایک کمزور سا قول ہے کہ معین الدین ہروی کی ہے۔ جید علما وصوفیہ اسے حضرت خواجہ کے حوالے سے ہی ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے بھی مثنوی اسرار ورموز کے حاشیے پر اسی کی توثیق فرمائی ہے۔ چونکہ جھنگوی صاحب اس پر خارجیانہ تنقید کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے خواجہ صاحب کا نام پاک لینے کی جسارت کے

بجائے شیعہ شاعر معین کاشانی سے اسے منسوب کر دیا ہے حالانکہ اس میں اور کاشانی کے مضمون میں زمین و آسمان کا فرق ہے رباعی کا جو ترجمہ اور تشریح جھنگوی صاحب نے کی ہے' انجمن سپاہ صحابہ کی شعر فہمی کی کیا ہی روشن دلیل ہے' فرماتے ہیں۔

''شاہ بھی حسین ہیں' شہنشاہ بھی حسین ہیں اور دین پناہ بھی حسین ہیں۔ سر دے دیا لیکن یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔ اس لحاظ سے لا الہ کی بنیاد بھی حسین ہیں۔ یعنی حضرت علی تو اللہ کا مقام حاصل کر چکے ہیں۔ اور دین حضرت حسین کا نام ہے۔ لا الہ کی بنیاد انہی سے قائم ہوئی (یعنی اس کلمہ میں جس الہ کی نفی کی گئی وہ یزید تھا) قارئین خود غور کریں تو معلوم ہو جائے گا۔ معین کاشانی نے الا اللہ کا اقرار پھر بھی نہیں کیا کیونکہ اس کے نزدیک تو سب کچھ علی تھے اور جو شخص مثبت کلمہ کا اقرار (الا اللہ کا اقرار) نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا اور کاشانی صاحب اسے ہضم کر گئے ہیں۔

ذرا سوچئے۔ حضرت جھنگوی نے سخن دانی کا کیا خوب مظاہرہ فرمایا ہے۔ مضمون کو کس انداز میں قتل کیا ہے اور کس مضحکہ خیز طریقے سے تشریح کا گلا گھونٹا ہے۔ آپ پاکستان کے کسی بھی مستند شاعر یا ادیب سے پوچھ لیجئے یہ ترجمہ ہے یا کسی ایسے خود ناشناس کی ہرزہ سرائی جسے بغض اہل بیت نے پاگل بنا دیا۔

میں نے اس سے پہلے بھی نظم و نثر کے دیوبندی ترجمے دیکھے ہیں خصوصاً اعلی حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے اشعار پر اعتراض کرتے ہوئے جو تشریح ان لوگوں نے کی ہے' حیرت ہوتی ہے کہ یہ جہالت کا کرشمہ ہے یا بغاوت کا۔ جو لوگ سیدھے سادھے اشعار بھی نہیں سمجھ سکتے۔ قرآن و حدیث سمجھنے کا دعوی کیونکر کر سکتے ہیں۔

اللہ کریم نے بظاہر بڑے روشن خیال' چابکدست اور فنکار قسم کے منافقوں کو **لا یشعرون لا یعلمو ن لا یفقھون** (انہیں شعور نہیں' انہیں علم نہیں، انہیں سمجھ نہیں) جو فرمایا ہے تو اس قسم کے ترجمہ اشعار سے اس کی وجہ بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

آیئے اب رباعی کا اصل ترجمہ تشریح دیکھئے۔

شعر(۱) (عالموں اور عارفوں کے) بادشاہ حسین ہیں اور (صابروں اور مجاہدوں کے) سلطان بھی آپ ہی ہیں۔ دین (کے مبلغ' شارح اور جان نثار بھی) حسین ہیں اور دین کو (دشمنوں سے) بچانے والے بھی حسین ہیں۔

شعر(۲) آپ نے اپنا سر قربان کر دیا مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا (یعنی اس سے بیعت نہ کی) خدا کی قسم (یہی لا الہ الا اللہ کا تقاضا تھا اور یوں) حضرت امام' توحید کی (اس مخصوص عملی تشریح کی) ایک بنیاد ہیں (جن کی مثال پر عمل کرتے ہوئے بڑے اماموں اور مجددوں نے اپنے اپنے وقت کے فرعونوں سے ٹکر لی) بنا کا ترجمہ عمارت کیا جائے تو مراد ہو گی سیدنا امام حسین' توحید کی ایسی عمارت ہیں جس میں دین نے پناہ لی اور دینداروں نے۔

افسوس ترجمہ کرنے والے کو علم نہیں کہ شعر کا وزن مخصوص اختصار کا متقاضی ہو جائے تو ایک دو لفظوں سے بھی کام چلا لیا جاتا ہے۔ لہذا الا الہ سے مراد پوری توحید بلکہ پورا کلمہ ہے۔ اقبال فرماتے ہیں۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا

فقیہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

(جاری ہے)

......☆......

درود شریف کی فضیلت

محقق دوراں حافظ محمد نصر اللہ حسینی آسوی ﴿مدینہ شریف﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆...... عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی صلاۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشر صلوات و حطت عنہ عشر خطیئات ورفعت لہ عشر درجات

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف کئے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کئے جائیں گے۔ (نسائی حدیث (۱۲۹۶) کتاب السہو)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا۔ (ترمذی حدیث ۴۸۴ کتاب الصلاۃ، مشکوٰۃ حدیث (۹۲۳)

☆......عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال:

ان الدعا موقوف بین السماء والارض لا یصعد منہ شی حتی تصلی علی نبیک ﷺ

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اس سے کوئی چیز نہیں چڑھتی حتیٰ کہ تم اپنے نبی پر درود بھیجو، (ترمذی حدیث: ۴۸۶، مشکوٰۃ حدیث: ۹۳۸ کتاب الصلاۃ)

☆...... عن علیٰ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: کل دعاء محجوب حتیٰ یصلی علی النبی ﷺ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دعا رکی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ تم اپنے نبی پر درود بھیجو (القول البدیع ص: ۳۲۰، جلاء الافہام ص: ۲: ۳۷، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ البانی حدیث: ۲۰۳۵)

☆...... عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان للہ ملکاا عطا اسماع الخلائق فھو قائم علی قبری اذامت فلیس احد یصلی علی الا قال: یا محمد صلی علیک فلان بن فلان فیصلی الرب تبارک و تعالیٰ علی ذالک الرجل بکل واحدۃ عشرا

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرمائی ہے جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس آدمی پر درود کے بدلہ میں دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔" (غیر مقلدین ایک بہت بڑے عالم ناصر الدین البانی اس حدیث کو "سلسلہ احادیث الصحیحہ جلد ۴ حدیث نمبر ۱۵۳۰ میں اس کو درج کیا القول البدیع میں علامہ سخاوی نے اس حدیث کو درج کیا ہے الباب الثانی ص: ۱۲۵ شیخ زکریا صاحب نے تبلیغی نصاب میں فضائل درود شریف میں ص: ۱۷ پر درج کیا۔)

آپ اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو کتنی قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں ایک جگہ سارے جہان کے مسلمانوں کو دیکھتا ہے ان کے ناموں اور باپوں کو جانتا ہے اور بیک وقت ان سب کے سلاموں کو سنتا ہے اور سب کے نام حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور حضور ﷺ اسی لمحہ میں سب کے سلاموں کا جواب بھی عطا فرماتے ہیں۔ درود شریف پڑھنے والے جہاں میں کتنے ہیں مدینہ میں ہی لاکھوں ہوں گے پھر مکہ، سعودیہ، پاکستان، ہندوستان، جرمن، جاپان وغیرہ اور پھر ان میں کوئی زور سے پڑھ رہا ہے اور کوئی دل میں پڑھ رہا ہے فرشتے کو سب خبر ہے یعنی جہان میں فرشتے سے کوئی انسان چھپا ہوا نہیں جب حضور ﷺ کے ایک خادم کے علم اور سماعت کا یہ عالم ہے تو پھر آقا ﷺ کے علم اور سماعت کا کیا عالم ہوگا اسی لئے ہم کہتے ہیں۔

دور نزدیک کے سننے والے وہ کان

کان لعل کرامت میں لاکھوں سلام

اگر حضور ﷺ حاضر و ناظر نہ ہوتے تو فرشتے کیلئے بہت مشکل پیش آتی کیونکہ عام آدمی ایک ہی وقت میں ایک آدمی کی بات سن سکتا ہے اور ایک ہی کو جواب دے سکتا ہے تو اگر حضور ﷺ بھی ہماری طرح ہوتے تو فرشتہ کو لائن لگانی پڑتی باری باری سب کا سلام پیش کرتا اور حضور ﷺ سن کر جواب عطا فرماتے، اور تمام ملکوں کے دن مقرر کر دیئے جاتے یکم محرم کو پاکستان کی باری آئے گی دو تاریخ کو ہندوستان کی علی ہذا القیاس اس طریقے سے ممکن تھا کہ پاکستان کو دوبارہ سال یا دو سال کے بعد موقع ملتا اور اہل ایمان جو پانچ بار نماز میں درود و سلام پڑھتے ہیں ان کو بھی جواب ملنا مشکل تھا یہ تو الگ رہے فرشتے جو ہر روز ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام کو آتے ہیں بمشکل وہ ہی پورے ہوتے لیکن اس کے برعکس حضور ﷺ فرماتے ہیں میں ہر ایک کا سلام سنتا ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں تو ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ بے مثل و بے مثال ہیں اور حاضر و ناظر ہیں کہ بیک وقت تمام مخلوق کے سلاموں کو سن کر جواب عطا فرماتے ہیں جو اپنے آپ کو حضور ﷺ کی مثل سمجھتا ہے زیادہ نہیں صرف تین یا پانچ آدمیوں کی بیک وقت باتیں سن کر اور ان کو بیک وقت جواب دے کر بتائے تو پتہ چلے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ کی عطا سے دور سے سن لیتا ہے دیکھ لیتا ہے دلوں کی بات جان لیتا ہے بالکل صحیح ہے شرک و بدعت نہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ خود نہیں سنتے خود بھی سنتے ہیں حالانکہ رب تعالیٰ خود سنتا اور دیکھتا ہے لیکن رب تعالیٰ سننے اور دیکھنے میں کسی کا محتاج نہیں فرشتے اور نبی بلکہ ہر انسان اپنی ہر صفت اور قدرت میں رب کا محتاج ہے۔

......﴿انور شاہ کشمیری دیوبندی کا بیان﴾......

فیض الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پیش کرنے کی حدیث علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی۔ اگر چہ علم غیب کے بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرح ہے۔ کیونکہ فرشتوں کی پیش کش کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ درود شریف کے کلمات بعینہا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں۔ حضور ﷺ نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو۔ بارگاہ رسالت کلمات درود کی پیش کش بالکل ایسی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں کلمات طیبات پیش کئے جاتے ہیں۔ اور اس بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں جن کے ساتھ ذات حق رحمٰن کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ پیش کش علم کے منافی نہیں۔ لہذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی علم کیلئے بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات دوسرے معانی کیلئے بھی۔ اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے۔ (فیض الباری جلد دوص:۳۰۲ مطبوعہ قاہرہ)

حدیث:

☆...... **یروی عنه ﷺ انه قال:**

ثلاثة تحت ظل عرش الله یوم القیامة ، یوم لا ظل الا ظله قیل: من هم یارسول الله قال: من فرج علی مکروبٍ من امتی واحیا سنتی واکثر الصلوة علی:

رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا گیا کہ آپ نے فرمایا:

تین آدمی روز قیامت عرش الٰہی کے سایہ کے نیچے ہونگے پوچھا گیا۔ کون یارسول اللہ ﷺ فرمایا جس نے میری امت میں سے کسی کی تکلیف دور کی، اور میری سنت کو زندہ کیا اور مجھ پر کثرت سے درود پڑھا (القول البدیع ص (۱۸۱) الباب الثانی)

☆...... **عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ:**

لیس من عبد یصلی علی الا یلغنی صوته حیث کان قلنا و بعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ جہاں میں کہیں بھی ہو ہم نے عرض کیا وصال کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں بیشک اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے (طبرانی جلاء الافہام ص:۱۲۷ حدیث ابی الدرداء الباب الاول)

☆...... **عن انس رضی الله عنه قا ل قال رسول الله ﷺ:**

الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ از ناصرالدین البانی حدیث:۶۲۱)

شانِ صحابہ علیہم الرضوان

تقریر: حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

سعید محمد عامر آسوی حسینی، نقشبندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بزرگو، عزیزو اور دوستو! مجھے اس بات پر ندامت ہے کہ میں بہت دیر کر کے آیا ہوں۔ لیکن جن دوستوں کو میری علالت طبع کا علم ہے وہ اس کو بھی عجیب محسوس کرتے ہوں گے کہ میں آ گیا ہوں۔ بہر حال یہ اللہ کا فضل ہے۔ اس کے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت ہے اور پیر و مرشد کی دعاؤں کا اثر ہے کہ مجھے یہ سعادت ملی کہ میں یہاں حاضر ہوں اور پھر آپ کی خدمت میں کچھ گزارشات کر سکوں اس مسجد کے اصل خطیب ہمارے قاری صاحب ماشاءاللہ بیان کر رہے تھے، وہی اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ اپنی سریلی اور اچھی آواز میں آپ سے خطاب کریں، میری طبیعت بھی ایسی ہے، آواز بھی ایسی ہے، بہر حال میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ صحابہ کرام کے فضائل بیان کرنا چاہتے ہیں تو میں نے اسی اعتبار سے سورۂ فتحہ کی آخری آیات آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ اللہ کریم نے اس میں جناب محمد مصطفٰے کریم ﷺ کے صحابہ کا ذکر کیا ہے۔ ذرا خیال فرمایئے جس طرح ہمارے قاری صاحب فرما رہے تھے کہ جناب محمد مصطفٰے کریم ﷺ کا ذکر خیر ہو چکا۔ محافل میلاد ہو چکیں تو پھر محافل میلاد کا تقاضا یہ ہے کہ سرکار کے بعد سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کا ذکر کیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کون، حضور ﷺ کے ساتھی، حضور ﷺ کی محفل میں بیٹھنے والے، حضور پر نور ﷺ کے چہرۂ پر نور کو دیکھنے والے، سرکار دو عالم ﷺ کے گیسوئے واللیل کی زیارتیں کرنے والے، محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھ کر اللہ کی رحمتوں کو ڈھیروں حاصل کرنے والے۔ میری بات کی سمجھ آ رہی ہے؟ کیوں بھئی!

اللہ کے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام یہ اس اعتبار سے بے مثال ہیں کہ انہوں نے بے مثال نبی کی زیارت کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ کرام ان کے صحابہ کرام ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے صحابہ کرام ان کے صحابہ کرام ہیں اور ان سب کی اپنے اپنے مقام پر عظمت ہے، ہم سب کی عظمتوں کو سلام کہتے ہیں۔ جن بزرگوں کو اللہ نے اپنے پاک نبیوں کی زیارت کا موقع عطا فرمایا وہ پہلی صدی میں ہوں، دوسری صدی میں ہوں، جناب نوح علیہ السلام کو دیکھنے والے ہوں، جناب شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والے ہوں، جس نے بھی کسی نبی کی زیارت بحالت ایمان کر لی اور ان کی بارگاہ میں بیٹھنے کا اتفاق ہو گیا یا کسی نے بھی انکی زیارت کی اور ان کی فرمانبرداری کی تو ایسے تمام خوش نصیب ہیں، اور پھر اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے تو جنہوں نے نبی الانبیاء، رسول المرسلین، وجہ تخلیق کائنات، اصل کائنات، حسن کائنات، کائناتِ حسن حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے کریم ﷺ کی زیارت کی، صبح کی، شام کی، دن رات حضور ﷺ کی زیارت کی، ان لوگوں کے مقدر کا کیا کہنا ہے۔ جنہوں نے اس محبوب کی زیارت کی، جس کی بارگاہ کا دربان جبریل امین ہے۔ حضرت سیدنا عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

انما خلق جبریل لخدمة محمد ﷺ

جناب جبریل امین علیہ السلام کو رسول پاک ﷺ کی خدمت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ جبریل امین کا مقصد تخلیق کیا ہے؟ حضرت سیدنا عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ یہ بالکل ان پڑھ بزرگ ہوئے ہیں۔لیکن اللہ نے ان کے سینے میں علم لدنی کے سمندر ڈال دیئے تھے۔ یہ بظاہر ان پڑھ ہوئے حضرت عبدالعزیز دباغ ،لیکن وقت کے بڑے بڑے محدثین ان کے سامنے آ کر زانوئے تلمذ طے کرتے تھے ،شاگردانہ بیٹھتے تھے۔ مسائل پوچھتے تھے اور حضرت بڑے بڑے مشکل مسائل کو حل کرتے تھے۔انہوں نے آپ سے سوال کئے۔ حضرت نے جواب دیئے۔ پھر کتاب بن گئی۔ اس کا نام عربی میں ہے۔''الابریز'' اورالابریز سیدنا عبدالعزیز دباغ کے ملفوظات ،مشاہدات ، جوابات کا مجموعہ ہے۔اس کا ترجمہ کیا ہے محمد حسن پرنسپل گورنمنٹ (راولپنڈی) کالج نے ، یہ ماہر علوم عربی تھے انہوں نے ترجمہ کیا ہے اس کا خزینۃ المعارف کے نام سے۔تو جناب عبدالعزیز دباغ نے بات کرتے ہوئے فرمایا **انما خلق جبریل** جبریل کو پیدا کیا گیا صرف اس مقصد کیلئے **لخدمت محمد** ﷺ کہ وہ اللہ کے محبوب ﷺ کی خدمت کریں۔ان کو حضور کی نوکری کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔اور یہ صحابہ کرام اس محبوب کی بارگاہ میں بیٹھنے والے ہیں۔جن کے لشکری آسمان کے فرشتے ہیں۔ جنگ بدر میں ایسا ہوا،غزوہ حنین کے موقعہ پر ایسا ہوا کہ فرشتے قطار اندر قطار ، دنیا میں ، زمین پہ تشریف لا رہے ہیں۔لیکن کیوں لا رہے ہیں، جناب مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی کمان میں لڑنے کیلئے کافروں سے۔ بھئی سمجھ آ رہی ہے ناں۔ یہ صحابہ کرام کون ہیں ، یہ اس محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں بیٹھنے والے ہیں کہ جس کے اشارے سے

نطق الحجر ، سلک الشجر

شق القمر ، باشارتہٖ

اگر وہ محبوب پتھر کی طرف اشارہ کردے تو پتھر کلمہ پڑھنے لگیں۔ درخت کی طرف اشارہ کردیں تو درخت چلنے لگیں اور آسمان کے چاند کی طرف اشارہ کردیں ، چاند کے ٹکڑے ہو جائیں ، یہ وہ محبوب ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔اس کی بارگاہ میں رہنے والے کتنے خوش نصیب ہیں۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواری ہوئے ہیں ان میں سے ایک غدار ہو گیا اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اس نے گرفتار کرانے کی کوشش کی اور اس نے جاسوسی کی کہ عیسیٰ علیہ السلام فلاں مقام میں چھپے ہوئے ہیں ،اور وہ حکومت کے سپاہیوں کو لے کر وہاں آ گیا۔وہ غدار نکلا ،اور پھر کیا ہوا، اللہ کریم نے اپنے نبی کو ان کی نگاہوں سے چھپا کر آسمانوں پہ بلا لیا ، وہ جو غدار نکلا تھا اس کو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا۔اب انہوں نے جو عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کیلئے آئے تھے اسی جاسوس کو گرفتار کیا ، اسی مخبر کو گرفتار کیا اور اسکو پھانسی پر چڑھایا ، یہ جو انجیل میں لفظ آتے ہیں۔عربی انجیلوں میں کہ وہ خداوند یسوع مسیح پھانسی پر چڑھ کر کہہ رہے تھے ، ہائے اللہ ، ہائے میرے رب ،تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

تو مقصد یہ ہے عرض کرنے کا کہ یہ وہ ہیں (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے ایسا مانا ہے) محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام لاکھوں کی تعداد میں پہنچے۔ایک لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔ جب آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر تشریف لائے ہیں ، اس وقت حاضرین کی تعداد ، سرکار دوعالم ﷺ کے ساتھ حج کرنے والوں کی تعداد کتنی تھی ، ایک لاکھ چوبیس ہزار ، یہ کتنی عجیب بات ہے۔عام طور پر جو روایت ملتی ہے نبیوں کے بارے میں ،کل کتنے نبی ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار ، اتنے حضرات ، سرکار دوعالم ﷺ کے صحابہ کرام تھے ، حجۃ الوداع کے موقع پر یہ جو سرکار ﷺ کے صحابہ کرام ہیں ، ان میں پھر تین سو تیرہ کی شان بہت زیادہ ہے۔ یہ تین سو تیرہ کون ہیں ، یہ بدری صحابی ہیں۔اصحاب بدر ہیں۔ ان کی بڑی شان ہے ، انبیائے کرام میں سے بھی ایک تحقیق کے مطابق تین سو تیرہ رسول ہیں۔اور یہ پھر یہ جو تین سو تیرہ ہیں ، دس کی خاص شان ہے ، دس مرسلین عظام کی اور نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام میں دس وہ ہیں جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔نبیوں اور رسولوں میں چار وہ ہیں جن پر کتابیں نازل ہوئیں اور اسی طرح ان عشرہ مبشرہ میں چار وہ ہیں جن کو خلفائے راشدین کہا جاتا ہے۔یعنی ہر اعتبار سے ان کی مناسبت ہے انبیاء کرام کے ساتھ۔رسولان عظیم الشان کے ساتھ اللہ کریم ارشاد فرما رہا ہے **محمد رسول اللہ** محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ اللہ کے رسول ہیں۔ **والذین معہ** اور

جولوگ ان کے ساتھ ہیں ان کی شان کیا ہے۔ **اشداء علی الکفار رحما بینھم** تو سرکار دو عالم ﷺ کا ذکر پہلے فرمانا اس کے بعد صحابہ کرام کی شان بیان کرنا، اس بنیاد کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ یقیناً نبی کریم ﷺ کی صحبت کا یہ فیض ہے کہ سرکار نے اس قسم کے صحابہ کرام پیدا کئے۔ یہ حضور کی انقلابی شخصیت کا ایک عظیم پہلو ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایسے ایسے یار تیار کئے ہیں کہ جن یاروں کی مثال بھی دوسری قوموں میں نہیں ملتی۔ جن یاروں کا پرتو بھی دوسری جماعتوں میں نہیں ملتا۔ دوسرے مذاہب میں نہیں ملتا، کیسے کیسے عظیم الشان یار ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ تو حضور ﷺ کی صحبت کا یہ اثر ہے کہ **والذین معہ** جوان کے ساتھ ہیں **اشداء علی الکفار** وہ کافروں پر سخت ہیں کافران کے باپ ہوں، کافران کے ماموں ہوں، کافران کے بھائی ہوں، کافران کے بیٹے ہوں، جو محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھی ہیں، حضور ﷺ کے صحابہ کرام ہیں یہ صحابہ کرام اتنے غیرت مند ہیں، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کو اتنا پیار ہے، اپنے اللہ کے ساتھ یہ ایسا عشق رکھتے ہیں کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہو، یہ اس کے ساتھ پیار نہیں کرتے

اشداء علی الکفار

ان کا ایک ہی رشتہ ہے، ان کا ایک ہی ناطہ ہے، وہ ناطہ ہے عشق رسول کا، نسبت محمد مصطفیٰ ﷺ کا۔

حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام میں صحابہ کا عقیدہ یہی لکھا ہے کہ

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، جان، مال، اولاد سے پیارا

یہ کن کا عقیدہ ہے۔ صحابہ کرام کا

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہے اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

یہ عقیدہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا۔

ذرا خیال فرمایئے! میں کس طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے صحابہ کرام کی تعریف شروع کی۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کی صفت وثنا شروع کی، ان کا سب سے پہلا وصف جو اللہ کو نہایت ہی پسند آیا ہے، وہ کیا ہے۔

اشدآء علی الکفار یہ کافروں پر سخت ہیں

آج ہمارے ہاں کوئی شخص کسی کافر پر سخت ہو تو لوگ کہتے ہیں یہ تہذیب کے خلاف ہے جی، اس کو پتہ نہیں ہے ایٹی کیٹس کیا ہوتے ہیں۔ اس کو پتہ نہیں ہے تہذیب کا۔ یہ کیا ہے، یہ تعصب ہے چھوڑ دو اس کو جی۔ یہ تمھارے ذہن کی بات ہے۔ قرآن کی بات نہیں ہے۔ قرآنی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کا جو سب سے پہلا وصف میرے اللہ نے بیان کیا ہے وہ ہے **اشدآء علی الکفار** اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اگر یہ کہتے ہیں کہ

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں سے کیا مروت کیجئے
غیض سے جل جائیں بیدینوں کے دل یارسول اللہ کی کثرت کیجئے

بات سمجھ آرہی ہے؟ ہم نے اس کو تہذیب سمجھا کہ کوئی شخص سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں کوئی جملہ کہہ دے تو ہم کہتے ہیں پھر کیا ہوا۔ او جی ٹھیک ہی ہے جی، جانے دو۔ اپنا اپنا دین ہوتا ہے جی۔ اپنا اپنا مسلک ہوتا ہے جانے دو۔ ہم نے یہ باتیں کیں اور نتیجہ یہ نکلا کہ قوم کا مورال پست ہوتا گیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری تمام ناکامیوں، ہماری تمام پستیوں کا ایک یہ بہت بڑا سبب ہے۔ استاد کو چاہئے کہ اپنے شاگردوں کی تربیت

کرے تو غیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے کرے۔ ان کے اندر حضور ﷺ کی محبت ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ڈال دے۔ ماں باپ اپنی اولاد کی تربیت کریں تو اولاد کے اندر نبی پاک ﷺ کی محبت اور اور ان کے پیدا کرنے والے، ان کو اپنا رسول بنانے والے اللہ جل مجدہ کی محبت پیدا کرے۔ میں کہتا ہوں پیر اپنے مریدوں کو جو وظائف سکھاتے ہیں، یہ پڑھو اور وہ پڑھو۔ سب سے زیادہ پڑھنے والی بات یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں آجائے، حضور ﷺ کی محبت دلوں میں آجائے تو پھر یہ سمجھیں کہ سب کچھ مل گیا۔ اور اگر ایک آدمی ضربوں پر ضربیں لگا رہا ہے

لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ

ضربیں لگا رہا ہے، ساری ساری رات جاگ کر تلاوتِ قرآن پاک کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی غیرت سے خالی ہے، محبت سے خالی ہے تو یوں سمجھے 'خالی' ہے، کیوں؟ اس لئے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے پہلے باطل کی نفی کی جائے۔ کلمہ شریف پڑھتے ہیں آپ۔ کافر مومن ہوتا ہے تو حق کا اثبات بعد میں ہوتا ہے، باطل کی نفی پہلے ہوتی ہے۔ **لا الــہ** کا معنی کیا ہے؟ کوئی خدا نہیں، نہ زمین پر نہ آسمان پر، نہ مٹی کا نہ سونے کا، نہ ہوا نہ فضا، نہ پہاڑ نہ دریا، نہ درخت نہ شمس وقمر، ان میں کوئی بھی خدا نہیں۔ اور ان سب میں سے کسی ایک کو خدا ماننے والو، میں تم سب کی نفی کرتا ہوں۔ لا الہ کوئی خدا نہیں۔ تو پھر کون ہے خدا؟ الا اللہ۔ اللہ تعالیٰ خدا ہے۔ یہ توحید کیا ہے؟ یہ کائنات کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔ سورج کو پوجنے والو! تم جھوٹے ہو، سائنس کو خدا ماننے والو! تم غلط ہو۔ اے آتش پرستو! میں تمھاری نفی کرتا ہوں۔ اے بتوں کو خدا ماننے والو! مجھے تمھارے کوئی پروا نہیں، تم باطل پرست ہو، ان سب کی نفی کرتا ہوں۔ لا الہ، یہ کہنا اور پھر اس کے بعد حق کون ہے الا اللہ۔ باطل کی نفی پہلے، حق کا اثبات بعد میں ہے۔ اس لئے حضرت محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اسلام کیا ہے؟

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

شہید ہوتے ہو تو ہو جاؤ، مرتے ہو تو مر جاؤ لیکن یاد رکھنا، حق کا ساتھ دینا ہے، حق کی گواہی دینی ہے، توحید کا پرچار کرنا ہے، اپنے اللہ کی وحدت کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے، اگر کوئی ناراض ہوتا ہے تو ناراض ہو۔ اگو کوئی خفا ہوتا ہے تو خفا ہو، توحید کا تقاضا تو یہ ہے۔ چنانچہ آپ جانتے ہیں جب مکہ معظمہ میں حضور احمدِ مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا تو پھر کیا ہوا تھا؟ الصادق اور الامین کہنے والے راستوں میں کانٹے بچھا رہے ہیں۔ حضور کی بارگاہ میں اپنی چیزیں امانت رکھنے والے، حضور جب سجدے میں جاتے ہیں تو اوجھڑی آپ کی گردن مبارک پر رکھ دیتے ہیں۔ کیا کچھ نہیں ہوا۔ اور ایک وقت ایسا آگیا کہ اپنا چچا، شفیق چچا، درد وغم میں شریک ہونے والا چچا، پیار کرنے والا چچا، آخر وہ بھی ہار گیا۔ کہنے لگا اے بھتیجے مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں۔ فرمایا چچا! قریش مکہ کی بات کرتے ہیں آپ، یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج لا کر رکھ دیں، بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں میں پھر بھی توحید سے باز نہیں آؤں گا اور اعلان کرتا رہوں گا کہ میرا اللہ ایک ہے۔ بہر حال جس محبوبِ کریم ﷺ نے مکہ کے بازاروں میں، صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر، عکاظ کے بازاروں میں، ابوجہل کے منہ پر، ابولہب کے منہ پر توحید کا اعلان کیا تھا، اس محبوب کے یار ہیں یہ

والذین معہ اشدآء علی الکفار

یہ کافروں پر بہت سخت ہیں۔ باطل بعض دفعہ صلح کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے، سودا بازی کرنے کیلئے تیار ہوتا ہے۔ قریش نے بھیجا اپنا سفیر، اپنا نمائندہ

بنا کر عتبہ کو، جاؤ جا کر ان سے بات کرو۔ اے محمد مصطفیٰ ﷺ! آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں اسکے مقابلے میں جس عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں، ہم آپ کو وہ مہیا کر دیتے ہیں، اندازہ کیجئے، دشمنوں کی اپیلوں کا اور باطل کی صلح پسندی کا، باطل کس طرح صلح کرتا ہے، آپ دولت چاہتے ہیں، تو آپ کے قدموں میں سونے چاندی کے ڈھیر کر دیتے ہیں، آپ حکومت چاہتے ہیں، واللہ ہم آپ کو ملک عرب کا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں تو آپ کم از کم بتوں کو برا نہ کہیں۔ حضور ﷺ نے سورۂ حم السجدہ کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ اور جو سفیر جس منہ سے آیا تھا، اب رنگ اڑ رہا ہے، یہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عظمت شان کا حامل ہے، قرآن پاک میں آیا ہے۔

یتلوا علیھم ایتہٖ

محبوب سامنے تلاوت کرتا ہے۔ ان کے سامنے تلاوت کرنا بہت مشکل تھا اس دور میں۔

بہر حال، تو مقصد یہ تھا عرض کرنے کا کہ اللہ کریم نے اپنے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابہ کرام کا تذکرہ کرنا شروع کیا تو سب سے پہلے ان کا وصف کیا بیان کیا **اشدآء علی الکفار** یہ کافروں پر سخت ہیں، میں نے عرض کیا کہ یہ کافروں پر سخت ہونا، یہ تہذیب کی مخالفت نہیں، بلکہ ایمان کا جزو اول ہے۔ مقتدائے اول ہے۔

بنی اسرائیل کی ایک بستی کے بارے میں حکم ہوا۔ یہ حدیث پاک میں آتا ہے۔ عذاب کے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس بستی کو تہس نہس کر دو۔ فرشتوں نے عرض کی۔ مولا کریم! اس میں ایک بڑا عابد وزاہد ہے، بڑا پرہیز گار شخص ہے اس بستی میں وہ ان جرائم کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے تو رب نے فرمایا، اس کو بھی ساتھ ہی غرق کرنا ہے۔ اس عابد وزاہد کو ساتھ ہی غرق کرنا ہے پوچھا کہ اس کا مقصود کیا ہے۔ رب نے فرمایا۔ اسکو کبھی میرے بارے میں غصہ نہیں آیا تھا۔ ایک عابد تسبیح پھیر رہا ہے۔ تسبیح پھیر رہا ہے۔ کوئی اس کے سامنے اسلام کے بارے میں، قرآن پاک کے بارے میں چہ میگوئی کرتا ہے اور وہ کہتا ہے میرا کام بس یہی ہے، اس کو تکلیف نہیں محسوس ہوتی، غصہ نہیں آتا، یہ جو تسبیح پھیرنے والا ہے، یہ اپنی بے غیرتی کی وجہ سے مارا جائے گا۔ اس کو غصہ ہی نہیں آتا۔

یہ کوئی تیس سال پہلے کی بات ہے۔ قادر آباد کالونی ضلع گوجرانوالہ میں خطبہ جمعہ کا فریضہ ادا کرتا تھا اور قادر آباد میں دو کالونیاں تھیں۔ ایک مزدوروں کی کالونی، ایک افسروں کی۔ افسروں کی کالونی میں میں جایا کرتا تھا۔ تو وہاں ایک SDO تھا۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ اس کا تعلق تھا، کبھی کبھی اس کی وجہ سے، میں نے سنا کہ آجاتے تھے تبلیغی جماعت والے۔ ایک دفعہ میں لیٹ تھا۔ جس طرح آج لیٹ ہو گیا ہوں۔ تو وہاں تبلیغی جماعت کے ایک عالم دین نے وعظ شروع کر دیا۔ اس کے بعد ہمارے مولوی صاحب نے خطبہ پڑھا، جماعت ہوئی۔ سلام پڑھا نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر دعا ہوئی اور بیٹھ گئے۔ تو وہ جو خطیب تھے، جو تقریر کر رہے تھے، وہ ہمارے پاس آ گئے کہنے لگے کیا باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا آپ ہی کا ذکر کر رہے تھے، اس نے کہا کس طرح میرا ذکر کر رہے تھے، میں نے کہا میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ سکھ جو ہوتے ہیں، یہ بھی خدا کو ایک مانتے ہیں آپ کی طرح، اگر وہ توحید کا مسئلہ بیان کریں اور آپ نے جو توحید پر تقریر کی ہے اس کو سامنے رکھیں تو بتائیں کیا فرق ہوگا۔ جو سکھ تقریر کرے گا توحید کے موضوع پر اور جو آپ نے تقریر کی ہے، اس میں اور اس میں کیا فرق ہوگا۔ وہ کہنے لگا، میں بات سمجھا نہیں۔ میں نے کہا، میں نے پوچھا ہے، اگر ایک سکھ توحید کے مسئلے پر بولے اور ایک تقریر جو آپ نے کی ہے، ان دونوں کا موازنہ کیا جائے تو کیا فرق ہوگا۔ اس نے کہا، کھل کے بات کریں۔ میں نے کہا، بات یہ ہے کہ آپ نے آدھا گھنٹہ تقریر کی ہے، خدا کے ایک ہونے کے بارے میں لیکن اس میں جناب مصطفیٰ کریم ﷺ کا ذکر تک نہیں کیا۔ نبی پاک کا نام تک نہیں لیا آپ نے، تو سکھ بھی خدا کو ایک مانتے ہیں، تو جب وہ تقریر کریں گے تو وہ بھی حضور ﷺ کا نام نہیں لیں گے، آپ نے بھی حضور کا نام نہیں لیا۔ تو آپ کی تقریر میں اور ان کی تقریر میں کیا فرق ہے۔ بھئی میری بات کی سمجھ آ گئی ہے۔ ایک سکھ تقریر کیا کرتا تھا، اسطرح کرتا تھا۔

پائیو، رب اک اے جینہوں سراک اے، رب اک اے جینہوں متھااک اے، رب ایک جینہوں گلااک اے، اس کے بعد ہروہ چیز جو ایک ایک اسے نظر آئی، اس نے گنی اور کہا کہ رب اک اے، سکھوں کی توحیداس طرح کی ہوتی ہے۔آپ نے بھی حضور ﷺ کا نام پوری تقریر میں نہیں لیا، لوگ اور بھی وہاں اکٹھے ہو گئے۔ میں نے اسے کہا، مولانا یہ مسئلہ بتائیں، ایک آدمی ہے عابد وزاہد، کسی کو برانہیں کہتا، کوئی شخص اس کے سامنے آکر خدا کی شان میں بکواس کرتا ہےاور جو عابد وزاہد ہے، تسبیح پھیرتا رہتا ہے، اپنے منکے چلاتا ہےاور کوئی آدمی ایسا آجاتا ہے جوکلمہ پڑھتا ہے مگر شرابی ہے، زاہد نہیں، عالم نہیں، شرابی ہے تو جب وہ یہ سنتا ہے، ایک آدمی خدا کی شان میں بک رہا ہے، وہ اس کو دو چار مکے ماردیتا ہے، کہتا ہے بکتے ہو، اوکیا کررہے ہو، اوتمہیں شرم نہیں آتی، اوخدا کے بارے میں ایسے کہتے ہو، اس کو لٹالیتا ہے، مارتا ہے، اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ہے شرابی، یہ بہتر ہے یا وہ زاہد بہتر ہے، وہ عابد بہتر ہے، بتائیں۔تو کہنے لگا، مجھے سمجھ نہیں آرہی، وہاں عام لوگ اکٹھے تھے، میں نے ان سے کہا، کیوں بھئی تمہارا کیا خیال ہے۔ کہنے لگے، شرابی بہتر ہے اس کی وجہ کیا ہے، وجہ ہے کہ جس میں ایمان ہے اس میں غصہ بھی ہے، اس میں غیرت بھی ہے۔جس میں غیرت نہیں اس میں ایمان کہاں ہے، بھئی سمجھ آگئی ہے ناں۔خدا کے نام پر غصہ نہیں آتا، نبی پاک کے نام پر غصہ نہیں آتا، وہ کیا مسلمان ہے، تو رب نے فرمایا، اس عابد کو ساتھ غرق کرنا ہے

اس کو میرے بارے (میرے لئے) کبھی غصہ نہیں آیا تھا، اللہ اکبر اللہ اکبر حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

مسلمانی آسان نہیں ہے۔ بلال سے پوچھو، کس طریقے سے انہوں نے اسلام کاذکر کیا تھااور جس وقت اسلام قبول کیا تھا، ان کو کیا کیا کرنا پڑا تھا۔کس طریقے سے حضرت خبیب کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جاتا تھااور پھر جسم کے اندر سے چربی نکلتی تھی، ان انگاروں کو بجھاتی تھی۔ یہ تھے **السابقون الاولون** سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے۔ میں کہتا ہوں ذرا ان باتوں پر غور کریں۔حضور اکرم ﷺ میدان بدر میں تشریف لے گئے۔صحابہ کرام کمزور تھے۔دبلے پتلے تھے۔اور عجیب صورت حال تھی۔

عجیب اندا ز سے نکلے خدا کے چاہنے والے
زبانیں خشک، پوشاکیں دریدہ، پاؤں میں چھالے

یہ تھاوہ انداز جس سے صحابہ کرام آئے۔اب نبی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی برکتیں دیکھیں۔ جنگ شروع ابھی نہیں ہوئی۔اگلے دن جنگ شروع ہوگئی۔تو سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر دائرے بناتے ہیں زمین پر۔**ھذا مصرع ابی جھل** کل یہاں ابوجہل مرے گا، کل یہاں عتبہ پڑا ہوگا، کل یہاں عتبہ پڑا ہوگا۔فلاں یہاں پڑا ہوگا۔فلاں یہاں پڑا ہوگا۔اس طریقے سے حضور ﷺ نے دائرے بنائے کہ تمہیں کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے۔ہم یہاں بھاگنے کیلئے نہیں آئے۔شکست دینے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ہم یہاں معذور نہیں، مجبور نہیں، ہمارے ساتھ ہمارا رب ہے۔ جب رب ساتھ ہو تو پھر کیا ہوتا ہے فرشتے بھی آجاتے ہیں، نوکری کیلئے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ اب بھی قوم کے اندر غیرت ٹھیک ٹھاک ہو، بش کا مقابلہ کرنے کیلئے، بھارت کا مقابلہ کرنے کیلئے جذبہ ایمانی ٹھیک ہو تو پھر کیا ہوتا ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اب بھی یہ صورتحال ہوتو بہت کچھ ہو جاتا ہے بلکہ یہ خبریں اخباروں میں نہیں آئیں اور مجھے اس بات کا تھوڑا سا افسوس بھی ہے، ہم اپنے رسالے الحقیقہ میں انشاء اللہ العزیز اگلے شمارے میں یہ دیں گے۔ اس وقت کی صورتحال بڑی عجیب ہے۔ حالانکہ ہمارا کردار یہ ہے کہ ہم جہاد پر گانوں کو پسند کرتے ہیں اور محفل میلاد پر عام طور پر ناچ گانوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور ہم مذہب سے اس طرح رخصت ہو رہے ہیں یا مذہب ہم سے رخصت ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود اس جنگ میں، یہ جو جھڑپیں ہوئی ہیں۔ ان جھڑپوں میں ایسے ایسے عجیب واقعات ہوئے ہیں، کہ آپ سنیں تو حیران رہ جائیں کہ دیکھا محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی توجہ کا اثر۔ اور ان کے صدقے سے ان کے رب کا فضل۔ ہمارے ہاں ایک گاؤں ہے، قاری صاحب بھی میرا خیال ہے کہ اسی علاقے کے ہیں۔ خیرا خیرال بالکل بارڈر کے قریب ہے یہ گاؤں اور وہاں عجیب بات یہ ہے کہ دشمنوں نے ایک بم پھینکا۔ درخت پر بم گرا۔ درخت کے نیچے بچے تھے اور ایک عورت تھی۔ بچے کھیل رہے تھے۔ وہ بم گرا درخت پر اور درخت کی ٹہنیوں پر ہی گم ہو گیا، یعنی اس درخت پر نیچے بھی نہیں آیا اور دھواں سا اٹھا اور معاملہ ختم ہو گیا۔ ایک گھنٹے کے بعد درخت خشک ہو گیا۔ لیکن ایک بچے کو بھی نقصان نہیں ہوا۔ کسی ایک کا بھی نقصان نہیں ہوا۔ یہ واقعات اس دفعہ ہو رہے ہیں۔ عجیب عجیب واقعات ہیں۔

ایک گاؤں ہے وہاں چک نہالہ، چک نہالے میں تقریباً بائیس بم پھینکے۔ دو ادھر گر گئے، دو ادھر گر گئے۔ باقی آگے، پیچھے۔ اس طریقے سے وہاں اور حقیقت یہ ہے کہ فوج کا مورال الحمدللہ اس دفعہ بلند تھا۔ یہ اللہ کا فضل ہے، نبی کریم ﷺ کی رحمت ہے ہمارے جتنے وار بھی ان پر ہوئے ہیں بڑے زبردست کاری وار ان پر ہوئے ہیں، بائیس بم گرائے۔ ایک عورت وضو کر رہی تھی، ایک ذرہ بم کا گرا اور اسکے سینے کے پاس پھٹا، ہسپتال میں لا گیا اسکو۔ مرہم پٹی کی گئی (اسی وقت) ٹھیک ہو گئی۔ ہمارے ہاں ایک بہت مشہور آستانہ ہے حضرت سلیم الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ بہت بڑے ولی اللہ ہوئے ہیں ان کا آستانہ ہے۔ 'بڑے بھائی' میں۔ وہاں سکول تھا۔ سکول میں اسلحہ خانہ تھا۔ بہت اسلحہ رکھا ہوا تھا۔ اور کسی مخبر کی مخبری پر اس سکول پر، اس اسلحے پر بم گرائے گئے۔ لیکن جہاں تک مجھے رپورٹ ملی ہے اس اسلحے پر ایک بم بھی نہیں گرا۔ ارد گرد گرے، ادھر گرے، ادھر گرے، یہ ساری باتیں اس لئے بھی ہیں کہ آج بھی قادر مطلق، بش نہیں ہے، امریکہ نہیں ہے، واجپائی نہیں ہے، قادر مطلق وہی ہے جس کے اشارے کے، اور ارادے کے بغیر مکھی پر نہیں ہلا سکتی۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ بس قادر مطلق سے لو لگائی جائے۔ اس کے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیرت کو سینے میں بیدار کیا جائے۔ سارے مسائل کا حل یہی ہے حضرت علامہ اقبال کا یہ شعر آپ نے ہزاروں بار سنا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے، میں حقیقتاً یہ عرض کرتا ہوں کہ شاید سیالکوٹ کیلئے بہت بڑے فخر کا سرمایہ بلکہ سیالکوٹ ایک طرف رہا 'ملت اسلامیہ' کیلئے فخر کا سرمایہ، بہت بڑا سرمایہ اقبال ہے۔ اقبال بہت عظیم شخصیت تھے۔ بہت عظیم شخصیت تھے، میں ان مولویوں پر حیران رہتا ہوں جو اقبال کی عظمت کے قائل نہیں ہیں کچھ تو وہ مولوی ہیں جنہوں نے کچھ مطالعہ ہی نہیں کیا اور کچھ وہ مولوی ہیں کہ جن کو اقبال نے رگڑا اور ٹھیک ٹھاک رگڑا۔ مولانا حسین احمد ٹانڈوی جو مدنی کہلاتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر رہ چکے ہیں۔

۱۹۳۰ء میں انہوں نے ایک بیان داغا اخباروں میں۔ کہ قومیں وطن سے بنتی ہیں۔ یہ نقطہ نظر کن کا ہے۔ یہ انگریزوں کا ہے، ان کے نزدیک انگلینڈ کے رہنے والے انگریز، فرانس کے رہنے والے فرانسیسی، ایران کے رہنے والے ایرانی، یہ ان کا نقطہ نظر ہے۔ مولانا نے ان کے نقطہ نظر کو اپنایا اور کہا کہ قومیں وطن سے بنتی ہیں۔ مراد یہ تھی کہ قائداعظم جو کہتے ہیں کہ ہندو اور مسلمان الگ الگ قومیں ہیں یہ بات غلط ہے جو گاندھی کہتا ہے ناں کہ ایک ہی قوم ہے یہ ٹھیک ہے۔ مولوی بکے تو اس طرح بکتے ہیں۔ داڑھیاں بکتی ہیں۔ تو اس طرح بکتی ہیں۔ جبے بکتے ہیں تو اس طرح بکتے ہیں۔

تو حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے یہ فلسفہ برداشت نہیں ہوا۔ آپ نے پھر شعر لکھے آپ کی کتاب ارمغان حجاز کا آخری قطعہ غالباً یہی ہے، آپ نے فرمایا

عجب ہنوز نہ دانند رموزِ دیں ورنہ
ز دیو بند حسین احمد ایں چہ ابوالعجبی است

دیو بند سے حسین احمد کیسی باتیں کر رہا ہے۔ اسلئے کہ اس کو دین کی سمجھ نہیں آئی۔

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ﷺ

منبر رسول پہ آدمی بیٹھ کے شرک کی بات کرے، کفر کی بات کرے، کتنے افسوس کی بات ہے۔ اسلام نسبت نبی کا نام ہے۔ مسلمانی حضور کی نسبت کا نام ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا

سرود بر سر منبر

دیکھو منبر پر بیٹھ کر اس نے کیا کہا۔

کہ ملت از وطن است

کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باؤ نہ رسیدی تمام بولہبی است

نبی تک اپنے آپ کو پہنچا دے، بہر حال میرا مقصد یہ تھا

دین ہمہ اوست آپ فرماتے ہیں دین حضور کی غلامی کا نام ہے۔ دین حضور ﷺ کی محبت کا نام ہے۔ دین سرکار کی محبت کا نام ہے۔ یہ علامہ اقبال جو ہیں ان کی بصیرت کا کیا جواب۔ انہوں نے تمام مسائل لئے ہیں جو قوم کو درپیش ہیں اور شکوہ لکھا ہے، اللہ کی بارگاہ میں عرض کی ہم پٹ رہے ہیں۔ مر رہے ہیں یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے۔ ہماری قوم تنزل کا شکار ہے۔ اے مولا کریم ہماری قوم تنزل کا شکار ہے۔ تیرے محبوب کی امت ہو اور پٹتی رہے۔ سچی بات یہ ہے، ہم بھی موجودہ حالات پر عام طور پر جب غور کرتے ہیں، عیسائی کیا کر رہا ہے، بھارت کیا کر رہا ہے، امریکہ کیا کر رہا ہے۔ تو ہمارے دل پر ایک صدمہ چھا جاتا ہے اور ہم دعا کرتے ہیں یا اللہ! اس منظر کو دیکھ کر ہم دنیا سے نہ جائیں۔ دنیا سے ہم اسلام کی فتح دیکھ کر جائیں۔ مسلمان امت کی آبرو دیکھ کر جائیں۔ ہمارے سامنے دلی کے لال قلعے پر اسلام کا جھنڈا ہو۔ تاکہ ہم قبر میں خوش رہیں۔ ورنہ یہ صورتحال تو ہمارے لئے بڑی پریشان کن ہے کہ ہمارا دیس، اور اس پر غیر کیا کر رہے ہیں۔ بہر حال یہ اقبال جس کی بصیرت کی ہم بات کر رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے جو جواب آیا، اس کا نچوڑ یہ ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

عزیزان گرامی قدر! اب اس قوم کے جاگنے کا وقت ہے۔ از راہ کرم اپنے گھروں میں چھوٹوں کو، عزیزوں کو، بھائیوں کو، رشتہ داروں کو، جس جس تک آپ پیغام پہنچا سکتے ہیں، پہنچائیں، نبی پاک ﷺ کے صحابہ کرام کتنے غیرت مند تھے، کافروں کے بارے میں کتنے سخت تھے۔ مومنوں میں آپس میں کیسے رحمدل تھے۔ اور یہ قوت عشق ہے۔ جس سے ہم اس دور میں نمٹ سکتے ہیں کافروں سے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

شرک اور بدعت

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کا پہلا بنیادی عقیدہ توحید ہے (اور دوسرا رسالت)۔ جملہ انبیائے کرام علیہم السلام نے سب سے زیادہ زور جس عقیدے پر دیا، وہ خدا کے واحد و لاشریک ہونے کا عقیدہ ہے۔ امتیں اپنے نبیوں کے بے داغ کردار، بے مثل اخلاق، بہترین تعلیم اور لاجواب اندازِ تعلیم کے باوجود عموماً راہ پر نہ آئیں۔ محبوبانِ خدا نے عند الطلب معجزات بھی دکھائے، مگر ان کا بھی خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ اکثر اپنے انکار پر ڈٹے رہے اور بعض ایمان لائے مگر جلد ہی ان ایمان والوں نے معجزات کا اصل مقصد فراموش کر دیا۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام کی ہدایت کے برعکس انہیں اللہ کا بیٹا یا خود خدا ہی ٹھہرا لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کر کے اپنی رسالت کا ثبوت دیا تھا مگر 'ماننے' والوں نے اسے ان کے خدا ہونے کی دلیل بنا لیا۔ یونہی یہودیوں نے حضرت عزیز علیہ السلام کے بارے میں کیا تھا۔

خاتم الانبیا علیہم السلام کا فیضِ ابدی: آخر میں نبی الانبیاء رسول دوسرا، حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے ختم نبوت کا تاج پہن کر ظہور فرمایا اور توحید خداوندی کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ آپ کی چند سالہ مساعی نے دنیا میں بہترین انقلاب رونما فرما دیا اور شرک و کفر کی ظلمتوں کو چھانٹ کر ساری دنیا کو توحید کے انوار سے روشن کر دیا۔

برزخ کبریٰ کے نقش پا کی شوخی دیکھنا
عالم ہستی کے خارستاں بہارستاں ہوئے

حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بت پرستوں کی ذلیل پیشانی کو خدائے برحق کے حضور جھکا کر ایسا احسان عظیم فرمایا جس کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا آپ ﷺ نے روح کو بالیدگی بخشی، قلب و ضمیر کو منور فرمایا اور اوہام کی زنجیریں کاٹ کر رکھ دیں۔ فرانسیسی (lamartine) کہتا ہے۔

He moved the altars, the gods, the religions, the ideas, the beliefs and the souls.

ترجمہ: اس (عظیم شخصیت ﷺ) نے (پرانی) قربان گاہیں، دیوتا، مذاہب، خیالات، اعتقادات اور روحیں ہلا کر رکھ دیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزے دیکھ کر ان کی امت نے انہیں قیام ارضی کے دوران یا کچھ عرصہ کے بعد خدا ٹھہرا لیا، مگر یہاں چودہ صدیاں گزر گئیں، ابھی تک ملت اسلامیہ اپنے آقا بانی اسلام ﷺ کو عبدہ ورسولہ کے القاب سے یاد کرتی ہے اور آپ کے جملہ

کمالات ومعجزات کوعبدیت ورسالت کے ساتھ وابستہ سمجھتی ہے۔ یہاں مردوں کو زندہ ہی نہیں کیا گیا، بلکہ چاند کوشق کیا گیا، سورج لوٹا یا گیا، پتھر بلائے گئے، درخت چلائے گئے، مگر اسے حضور ﷺ کی الوہیت کی نہیں، بلکہ عبدیت کی علامت سمجھا گیا۔ توحید میں یہ پختگی کسی سائنس یا فلسفے کا فیض نہیں، یہ کسی علم وعمل کی برکت نہیں، یہ کسی عقل وحکمت کا کرشمہ نہیں بلکہ محض حضور سید الانبیاء علیہم التحیۃ والثناء کا تصرف اور نگاہ کرم کا اثر ہے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ اپنی امت کے محافظ ہیں اور کسی صورت بھی اسے شرک آلود دیکھنا گوارا نہیں فرماتے۔

توحید اور عشق رسول ﷺ: حضور سید عالم ﷺ نے اپنی امت کو توحید کی دولت لازوال سے مالا مال کیا۔ انسانیت اور احسان شناسی کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے آقا ومولا ﷺ پر تن من واردیں اور ہر گھڑی حضور ﷺ کی بارگاہ میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کرتے رہیں۔

اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ توحید ہمیں دربار رسالت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے ملی ہے اور ملتی ہے۔ جوں جوں ہمیں حضور سرور عالم ﷺ سے عشق وقرب ہوگا، یہ توحید مضبوط تر اور محفوظ تر ہوتی جائے گی۔ یونہی اس کے برعکس جوں جوں کوئی اس عشق سے دور ہوتا جائے گا، توحید سے بھی محروم ہوتا جائے گا۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں اور انہیں کسی صورت ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام اور ملت اسلامیہ کا سب سے بڑا سرمایہ یہی دو قوتیں ہیں، جذبہء جہاد وقربانی، جس پر ہماری آزادی، ترقی اور فلاح ونجات کا دارومدار ہے، انہی کی کوکھ سے پیدا ہوتا ہے۔ دور اول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمام مجاہدانہ کارروائیاں انہی دو قوتوں کے گرد گھومتی رہیں۔ موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد، نورالدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، غزنوی وغوری کے کردار میں یہی قوتیں مرکزی حیثیت رکھتی تھیں۔ حضور غوث اعظم، سیدنا مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام احمد رضا خاں بریلوی، حضور شاہ لاثانی وحضور نقش لاثانی علیہم الرحمۃ نے انہیں قوتوں کی آبیاری کی علامہ محمد اقبال، قائداعظم محمد علی جناح علیہم الرحمۃ نے انہیں کی روشنی میں ملت کو بیدار کیا۔ پاکستان کی تشکیل بھی انہیں کے سہارے ہوئی اور اسکا استحکام بھی انہیں پر مبنی ہے۔ اقبال نے جوفرمایا تھا

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں

مذہب کی روح رواں بھی یہی دو قوتیں ہیں۔

دشمنوں کی سازش: اسلام کے دشمن ہمیشہ انھیں دو قوتوں سے خائف رہے ہیں۔ انھیں معلوم تھا کہ توحید کا عقیدہ عشق رسول کے بغیر کوئی ولولہ پیدا نہیں کر سکتا، بلکہ خود بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے انہوں نے ساری توجہ اسی جذبے کو ختم کرنے پر صرف کردی شیطان نے اپنے چیلے چانٹوں کو پرزور انداز میں سمجھایا:

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

اگر مسلمان کا سینہ عشق رسول ﷺ سے خالی ہوگیا تو کہاں کی توحید اور کہاں کا جہاد!

دشمن نے اپنے مذموم مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جو طریق کار اختیار کیا، ازحد مکارانہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو توحید اور عشق رسول جان سے زیادہ عزیز تھے (اور ہیں) توحید اگر شرک سے بیزاری کا دوسرا نام ہے تو عشق رسول کا اولین تقاضا ادب واطاعت رسول ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ لہذا مسلمان نہ شرک کو برداشت کر سکتا ہے اور نہ کسی ایسے کام کو جو مخالف سنت (بدعت) ہو۔ دشمن کی مکاری یہ تھی کہ اس نے اپنے زرخرید ملاؤں کے ذریعے ملت کو عشق رسول سے محروم کرنے کیلئے ایسی ہر سوچ کو شرک قرار دلایا، جس کا عنوان تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا، اور ایسے ہر کام کو بدعت کہنا شروع کرادیا، جس کا مقصود ادب رسول صلی اللہ وآلہ وسلم تھا فرزندان توحید کی شرک سے بیزاری کا اس نے یہ فائدہ اٹھایا کہ شرک

شرک، کہہ کر کمالات نبوت کے انکار کی راہ ہموار کرنی چاہی اور بدعت بدعت کی رٹ لگا کر ایسی ہر صورت حال کو روکنا چاہا جس میں اسے رہ و رسم عشق کی کوئی جھلک دکھائی دی۔

شرک کی حقیقت: چونکہ اسلام دشمنوں کا آلہ کار بننے والوں کو توحید کی حفاظت واشاعت سے کوئی خلوص نہ تھا، اس لئے انہوں نے مشرک و بدعتی تو امت کو تھوک کے حساب سے کہا، مگر کہیں بھی شرک کی تعریف ووضاحت نہیں کی۔ ' تقویۃ الایمان '، جو اس سلسلے کی (اُردو میں) سب سے پہلی تصنیف ہے شرکیات کی لمبی لمبی فہرستوں پر مشتمل ہے، مگر شرک کی تعریف سے سراسر خالی ہے۔ شاید کہیں تعریف کر دیتے تو اپنے نعروں کی ساری قلعی کھل جاتی۔ دیکھئے ان کے ہاں یارسول اللہ، یاعلی، یاغوث کہنا تو شرک ہے، مگر یازید، یاعمرو، یابکر، یااستاذی اور یاولدی وغیرہ پکارنا شرک نہیں۔ محبوبان خدا سے امداد طلب کرنا تو شرک ہے، مگر پولیس، حاکم، ڈاکٹر وغیرہ سے مدد مانگنا شرک نہیں۔ گیارہویں کھانا تو شرک جانیں مگر (ہندو کی) دیوالی سے جو کچھ ملے ہڑپ کر جائیں۔ اولیاء اللہ کی قبروں پر جانا تو توحید کے منافی سمجھیں مگر بت پرستوں کے بتوں کی صدارت میں تقریریں بھی فرمائیں (یعنی قبروں سے یہ بیر اور بتوں سے وہ پیار)۔ سچ فرمایا تھا کائنات کے محسن اعظم ﷺ نے کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو "فیقتلون اهل الاسلام ويد عون اهل الا وثان" (بخاری ومسلم) سو اہل اسلام کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

اب آیئے، شرک کی حقیقت سمجھیں۔ یہ لفظ توحید کی ضد ہے۔ ایک جملے میں توحید وہی ہے جو کلمہ طیبہ میں آگئی ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کسی کو الٰہ نہ ماننا توحید ہے اور اللہ کے سوا کسی کو الٰہ ماننا شرک ہے۔ الٰہ کیلئے دو خصوصیات ضروری ہیں۔

☆ ......واجب الوجود ہونا اور

☆ ......عبادت کے لائق ہونا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی واجب الوجود یا عبادت کے قابل مانے، مشرک ہوگا اور جو اللہ ہی کو واجب الوجود یا عبادت کے قابل سمجھے موحد ہے۔ واجب الوجود اپنی ذات وصفات میں کسی کا محتاج نہیں ہوسکتا، بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔ اسی کو سب کا خالق ہونا چاہئے۔ مختصر یہ کہ توحید ہے اللہ ہی کو واجب الوجود، خالق اور معبود ماننا، اس کے برعکس شرک ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سرہٗ فرماتے ہیں۔

"شرک سہ قسم است، در وجود در خالقیت و در عبادت"

ترجمہ: شرک کی تین قسمیں ہیں: واجب الوجود ہونے میں، خالق ہونے میں، اور لائق عبادت ہونے میں (اشعۃ للمعات ج ا)

اس وضاحت کے بعد فرمایئے، حضور سرورکون ومکاں کی امت میں کون مشرک ہے، کیا کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا کسی کو خالق، واجب الوجود، یا معبود مانتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ آپ کو روئے زمین پر کوئی ایسا بدبخت نہیں ملے گا جو حضور سرور عالم ﷺ کا امتی بھی بنتا ہو اور پھر اللہ کے علاوہ کسی اور کو الٰہ بھی مانتا ہو۔ ہر مسلمان توحید کا یہی اقرار روزانہ کئی بار اذان، اقامت کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت کہہ کر، یا سن کر تازہ کرتا ہی رہتا ہے۔

" لااله الا الله"" اشهدان لا اله الا لله" حیرت ہے کہ جب ایک کافرو مشرک ایک بار کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوجاتا ہے، تو وہ کلمہ گو، جس کے دل میں یہ کلمہ رچا بسا ہے۔ اور بار ہا اپنی زبان سے اسکا تکرار کر چکا ہے۔ آخر اسے مسلمان کیوں نہ مانا جائے اور کس بنا پر اسے شرک میں گرفتار سمجھا جائے۔

یاد رکھیں اور خوب ذہن نشین فرمالیں کہ بحمدہٖ تعالیٰ اور بکرمہ المصطفٰے (علیہ التحیۃ والثناء) اس امت سے شرک ہمیشہ کیلئے جاچکا۔ یقین نہ آئے تو سب سے بڑے صادق، مصدوق اور مصدق ﷺ کا فرمان ہے۔

"انی والله ما اخا ف عليكم ان تشر كوا بعدی ولكن اخا ف عليكم ان تنافسوا فيها"

ترجمہ: بے شک اللہ کی قسم! مجھے اپنے بعد تمہارے مشرک ہونیکا کوئی خوف نہیں، اور لیکن مجھے تمہارے دنیا میں پھنسنے کا ڈر ہے۔

بدعت کیا ہے:

یہی حال ''بدعت'' کی رٹ کا ہے۔ عام مسلمانوں کو بدعتی سمجھنے والے خود اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں، یا شاید آگاہ ہونا نہیں چاہتے ''بدعت'' لغوی اعتبار سے ایسا نیا کام ہے جسکی نظیر پہلے نہ ہو۔ اصطلاح شرع میں وہ نیا کام جو حضور پرنور ﷺ کی ظاہری حیات پاک کے بعد رونما ہوا۔ پھر اس کی بڑی بڑی دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ نیا کام شریعت کے مزاج اور سنت کی روح کے مطابق ہو تو اسے اچھی بدعت (بدعت محمودہ یا حسنہ) کہا جاتا ہے، ورنہ (اگر ناموافق ہو تو) بری بدعت (بدعت مذمومہ یا سیہء)

یہ بات از حد خلاف عقل ہے کہ حضور سرور انبیاء علیہم التحیۃ والثناء کے وصال کے ساتھ فیض نبوت رک گیا ہو اور نیک کاموں کا آغاز مسدود ہو چکا ہو۔ (نیکی اور نیکی کی ابتداء فیض رسالت کے بغیر ناممکن ہے) خوب یاد رہے کہ سید کائنات بلکہ جان کائنات علیہ التحیۃ وافضل الصلوٰت واکمل التحیات) کا دور حیات ظاہری اگرچہ تریسٹھ برس کی عمر شریف (۱۱ھ/۶۳۲ء) میں مکمل ہو گیا۔ مگر دور فیضان رسالت شام ابد تک ہے اس لئے آپ حیات حقیقی کے ساتھ ہمیشہ زندہ، ہادی، مزکی، معلم (کتاب وحکمت) اور مفیض ہیں قرآن حکیم میں یہ صراحت موجود ہے۔

" ھوا لذی بعث فی الامین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلل مبین○ واخرین منھم لما یلحقوا بھم"

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور ان میں اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں۔ جو ان اگلوں سے نہ ملے۔

ہم حرص و ہوا کے پتلے، مکر وریا کے پیکر اور شرنفس کے مجسمے حضور شہنشاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار سے محروم رہیں تو الگ بات ہے ورنہ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جنہیں سرکار ابد قرار دولتمدار ﷺ اکثر خواب میں اپنی زیارت اور مختلف قسم کی ہدایت سے نوازتے رہتے ہیں۔ بلکہ ایسے دیدہ ور، بھی موجود ہیں جو ظاہری جسمانی آنکھ سے اس جان نور ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں اور بالمشافہ فیض حاصل کرتے ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

''میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں، جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوا کرتے تھے'' (فیضان اقبال.....شورش (مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں ص ۶۰۔ ۱۴۹ اقبال اکادمی لاہور)

مثلاً ماضی میں حضور سیدنا غوث اعظم، حضرت ابوالحسن خرقانی اور امام سیوطی علیہم الرحمۃ ایسے عظیم المرتبت حضرات جو اس 'منبع حسن یا حسنِ کل ﷺ کے ساتھ براہ راست رابطہ رکھتے ہیں، کیا دنیا کا کوئی حسن، عمل میں ہو یا نیت میں، ان سے پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

اور کوئی حسن کیا، ان سے نہاں ہو بھلا
جب نہ نبی ﷺ ہی چھپا، ان کی نظر پہ سلام

ہم 'دل کے' اندھے کسی بات کے بارے میں کیا فیصلہ دے سکتے ہیں؟ اور ہمارے فیصلے کا وزن ہی کیا ہے۔ معیار تو ان اہل نظر کا دیکھنا ہے۔ بقول اقبال

بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا

یہ مومنین کاملین جو اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہیں۔ یقیناً کتاب وسنت کے بعد باقی امت کیلئے 'اچھائی' اور 'برائی' کا خود بہت بڑا معیار

ہیں۔جس کام کو یہ اچھا کہیں یقیناً اچھا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے:

" ماراهُ المو منون حسنا فهو عند الله حسن"

ترجمہ: جس کام کو مومن اچھا جانیں، سو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔(مرقات شریف)

اور جو کام یہ کریں، بلاشبہ حجت ہے۔یہ شریعت کے مزاج شناس اور سنت کے محرمِ اسرار ہیں یہ مقام عشق پر فائز ہیں، جہاں جلوۂ محبوب بے حجاب دیکھتے ہیں۔ان کا کوئی قدم رضائے جاناں کے خلاف اٹھ نہیں سکتا، ان کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا رکنا، سونا، جاگنا سب کچھ رضائے یار کی خاطر ہوتا ہے۔کیا یہ لوگ بھی کوئی نیا کام کریں تو اسے برا کہا جا سکتا ہے؟ وہ دیکھنے میں تو گویا بدعت ہی ہوگا مگر اصل میں ایسی بدعت جو سنت کے مخالف (مذمومہ یا سیئہ) نہیں بلکہ اسکی تشریح کرنے والی ہے (یعنی بدعت محمودہ یا حسنہ)۔یہ نکتہ اگر ذہن نشین کر لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس کام کو کسی صحابی، تابعی، مجتہد، عارف باللہ، عاشق رسول، مجدد، مجاہد نے شروع کیا، وہ بدعت حسنہ ہی کہلائے گا۔بدعت مذمومہ وہ ہے جس کی ابتداء واشاعت کسی گمراہ کے ہاتھوں ہوئی۔بدعت حسنہ کو اگر حسن وخیر کی وجہ سے سنت یا سنت حسنہ کہا جائے تو بھی جائز ہے۔حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہٗ بھی ایسی 'بدعت' کو جو شرع وسنت کے تقاضوں کے ماتحت ہو، سنت کہنا ہی پسند فرماتے ہیں خود حدیث پاک میں بھی اسے سنت حسنہ (نیا اچھا طریقہ) ہی فرمایا گیا ہے۔چنانچہ مسلم شریف میں ہے:

" من سن في الاسلام سنة حسنةً فله اجر ها و اجر من عمل بها من بعد ہ من غير ان ينقص من اجو ر هم شيىء"

ترجمہ: جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے، اس کو اپنے عمل کا ثواب بھی ملے گا، اور ان کے عمل کا بھی جو اس پر بعد میں کار بند ہوں گے۔بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔ (مسلم شریف)

اس سنت حسنہ (یا بدعت حسنہ) نے تاریخ اسلام میں کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے اور امت مسلمہ کو کس قدر مستفید کیا، اسی سلسلے میں صرف چند نکات پر غور فرمائیں:

قرآن حکیم کی تدوین اور بدعات: حضور سید عالم ﷺ پر قرآن جس زمانے میں نازل ہو رہا تھا، کاغذ از حد قلیل اور مہنگا تھا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اگرچہ اس پر بھی قرآن حکیم لکھا، مگر عموماً کھجور کی چھال، پتھر کی لوحوں، اونٹ کے شانہ کی چوڑی ہڈیوں اور چمڑے کے ٹکڑوں وغیرہ کو استعمال کیا جاتا تھا۔اس دور مبارک میں اسے یکجا نہ کیا گیا، اور نہ اس کی ضرورت ہی محسوس کی گئی (کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے سینوں میں قرآن مجید پوری طرح محفوظ تھا اور وہ اس بارے میں بڑے محتاط تھے)۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کے دور میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ خونریز جنگ ہوئی، تو ستر حفاظِ قرآن بھی شہید ہو گئے۔ان حفاظ کے پاس قرآنی اجزا بھی لکھے ہوئے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اس نازک صورتحال کے پیش نظر قرآن حکیم کو جمع کرنے کا مشورہ دیا۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے جواب دیا:

" كيف تفعل شيئاً لم يفعلهُ رسول الله ﷺ"

ترجمہ: تم وہ کام کیونکر کرتے ہو، جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا:

هذا والله خير" ترجمہ: اللہ کی قسم یہ اچھا کام ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ عمر بار بار مجھے یہی کہتا رہے۔

حتی" شرح الله صدری لذالک"

ترجمہ: یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی اس کام کیلئے کھول دیا۔

اور میری رائے بھی عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے مل گئی۔ پھر یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے بھی وہی سوال کیا۔

" کیف تفعلون شیئاً لم یفعلهُ رسول الله ﷺ"

اس کا جواب اب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی دیا یعنی "ھذا واللہ خیر" حضرت زید رضی اللہ عنہ اسی کیفیت سے گزر کر فرماتے ہیں کہ آخر کار اللہ نے میرا سینہ بھی کھول دیا اور میں ان دونوں سے متفق ہو گیا۔ (بخاری شریف)

سیدنا حضرت زید رضی اللہ عنہ کی کاوش سے اب قرآن پاک ایک جگہ نقل کیا گیا۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اسی نسخے کی نقل سے کئی نسخے تیار کرائے اور مختلف صوبوں میں بھیج دیئے۔ اس طرح جو اختلاف قرأت کی بنا پر فتنہ اٹھنے کا خطرہ تھا، ٹل گیا۔

اس زمانے کے رسم الخط کے مطابق قرآن حکیم میں نہ نقطے تھے، نہ اعراب۔ یہ سعادت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے شاگرد حضرت ابوالاسود دئلی اور ان کے شاگرد حضرت یحییٰ بن العمیر کے حصے میں آئی۔ (یہ کام ۵۰ھ کے بعد ہوا) اعراب کی موجودہ شکل عباسی عہد کے ایک عالم خلیل بن احمد علیہ الرحمۃ نے دی۔

تدوین کی اس مختصر کہانی کو سن کر فرمایئے کہ کیا حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے جو کچھ کیا، خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی رضا کے خلاف تھا؟ اس بات کا سب کو اقرار ہے کہ یہ کام حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات نے اپنے ظاہری دورِ حیات میں سرانجام نہ فرمایا، اس کے باوجود اللہ کی قسم کھا کر اسے خیر فرما رہے ہیں اور اس کو خیر سمجھنے کی وجہ یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے اس کیلئے سینہ کھول دیا ہے (اللہ شرح صدر نہ فرمائے تو بدعتِ حسنہ کی حقیقت کا علم نہیں ہو سکتا)۔

پھر اس قرآن پر لفظوں اور اعراب (زیر، زبر، پیش) کا لگنا، پھر تیس ۳۰ پاروں میں تقسیم اور ہر پارے کے پھر چار ۴ حصے، اس قسم کی بدعتیں جو مدتوں تک ہو کر قرآن مجید کو ہمارے سامنے موجودہ صورت میں لائیں، کیا غیر ضروری تھیں۔ فرض کیجئے یہ سب کچھ نہ ہوتا، اور آج بھی قرآن پاک اسی طرح کھجور کی چھالوں، پتھروں اور ہڈیوں پر لکھا ہوتا تو آج کتنے لوگ کتنا استفادہ کر سکتے۔ وہ لوگ جنہوں نے یہ سب کچھ کیا، انہیں محسن سمجھنا چاہیے یا 'بدعتی'۔ اگر وہ بالیقین محسن ہیں اور انہیں قرآنی خدمات سرانجام دیتے وقت رب کریم اور حضور رسول کریم ﷺ کی تائید و رحمت میسر تھی تو مان جایئے بعض بدعات اچھی بھی ہوتی ہیں اور از حد ضروری بھی۔ جو بدعتِ حسنہ جتنی ضروری اور مفید ہو گی، اسی کے مطابق اسے واجبہ یا مندوبہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یونہی اس کے برعکس جو بدعت جتنی بری ہو گی اور نقصان دہ، اس کے درجے کے مطابق اسے محرمہ، مکروہہ وغیرہ بھی کہنا درست ہو گا۔ اسی طرح بعض بدعتیں محض جائز ہوں گی یعنی ان پر ثواب ہو گا نہ گناہ، مباحہ کہلائیں گی۔

<u>احادیث کی تدوین اور بدعات:</u> مختلف وجوہات کی بناء پر جب جعلی حدیثیں گھڑنے کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضور سید عالم خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سچے غلام جو بجا طور پر دین حق کے پاسبان تھے، تڑپ اٹھے۔ انہوں نے ارشادات رسول ﷺ کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا اور فتنہ مذکور کے خلاف بند باندھنے کے لئے راویوں اور مرویات کی جانچ پڑتال شروع کر دی اور اس سلسلے میں کئی علوم، اصطلاحات اور قواعد و ضوابط ایجاد کئے (جن سے علم حدیث کا کوئی طالب علم بھی بے خبر نہیں)۔ ان اچھی بدعات کا فائدہ یہ ہوا کہ سنتیں محفوظ ہو گئیں اور امت ایک شدید طوفان سے بچ گئی۔ فرمایئے! یہ لوگ ہمارے محسن ہیں یا بدعتی؟

<u>فقہ اور اصول فقہ:</u> یونہی علم فقہ کو بہترین انداز میں مرتب کیا گیا۔ اصول فقہ با قاعدہ فن کی حیثیت سے ایجاد ہوا۔ استحسان اور استصلاح

جیسی اصطلاحات معرض وجود میں آئیں۔ تصور فرمائیے، اگر فقہ کی وہ خدمات جو ان فقہاء نے انجام دیں، نہ ہوتیں تو آج کتاب وسنت کو سمجھنا کتنا دشوار ہوتا۔

علم کلام: یونہی فلسفہ یونان کا سیلاب آیا اور معتزلہ نے عقل پسندی کا نعرہ لگایا تو اسلام کی حفاظت کے لئے علم کلام ایجاد کیا گیا۔ اس بدعت نے الحاد تشکیک اور عقلیت کا راستہ روک دیا۔ حضرت علامہ غزالی اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہما جیسے بزرگوں نے جن پر اسلام کو ناز ہے اس سے خوب کام لیا۔

بدعتی کون: ان گزارشات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضور خواجہ کونین ﷺ کے بعد، حضور ہی کے ارشادات کی تعمیل میں کئی نئے اچھے کام جاری ہوئے۔ ان کے جاری کرنے والے خلفائے راشدین، اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، تابعین، آئمہ مجتہدین، فقہا، محدثین، جلیل القدر اولیاء واصفیاء اور اسلام کے مایہ ناز سلاطین ومجاہدین تھے۔ کون ایسا سر پھرا ہوگا جو ان بزرگوں پر بھی مبتدع یعنی بدعتی ہونے کا فتویٰ لگائے یہ وہ خدا رسیدہ حضرات تھے جن کی زندگی کی ہر ساعت خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رضا کے لئے وقف تھی۔ انہوں نے جو کچھ کیا، اسلام کی سربلندی اور ملت کی خیر خواہی کے لئے کیا۔ وہ قدسی صفات بزرگ جن کی راتیں سجود وقیام میں گزریں اور دن تبلیغ اسلام میں خود ہمارے لئے دلیل راہ ہیں، چہ جائیکہ انہیں پر بدعت اور خلاف سنت ہونے کا الزام لگایا جائے، نہیں، یہ ہرگز 'بدعتی'' نہیں۔ اصل میں 'بدعتی' وہ ہیں جو ان پر اعتماد نہ کر کے خود ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا رہے ہیں۔ یہ تمام بزرگ تو اہل سنت ہیں۔ البتہ ان کے منکرین ضرور اہل بدعت ہیں چنانچہ جبریہ (انسان کے مجبور محض ہونے کا عقیدہ رکھنے والے)، قدریہ (انسان کو پوری طرح مختار کہنے والے)، معتزلہ (عقل پرست)، نیچری اور نجدی وغیرہم (یقیناً سنت سے دور اور بدعت میں اسیر ہیں) اوپر یہ بات بھی تفصیل سے آگئی ہے، بلکہ قرآن پاک کے حوالے سے بیان ہوئی ہے کہ حضرت سید دوعالم نور مجسم ﷺ قیامت تک اپنی امت کے ہادی ومربی ہیں۔ جو لوگ اس ہدایت اور تربیت سے فیض یاب ہو سکتے ہیں، ان کی رائے کو غلط، خلافِ سنت اور بدعت کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ یہ مومنین کاملین ہیں۔ ان کی اتباع کا حکم خود قرآن پاک نے دیا۔ فرمایا:

و اتبع سبیل من اناب الی (سورہ لقمٰن)

ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا

یہ پاک لوگ، یہ مومنین کاملین صراط مستقیم کی پہچان ہیں۔

صراط الذین انعمت علیھم (الفاتحہ)

ترجمہ: راستہ ان کا جن پر (اے اللہ) تو نے انعام کیا۔

ان کے راستے پر نہ چلنا دوزخ میں جانا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم وسآء ت مصیرا (النساء)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے، بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس حال پر چھوڑ دیں گے۔ اسے دوزخ میں داخل کریں گے، اور وہ کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی (کنز الایمان)

دیکھئے! اگر حضور ہادی کائنات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات کی مخالفت جرم ہے تو ایمانِ کامل والے حضرات (اولیائے کرام) کے راستے سے پھرنا بھی خطرناک ہے۔ ان دونوں کی سزا رحمتِ خداوندی سے محروم ہونا اور سیدھے جہنم میں جانا ہے۔

فیصلہ کرنے کا طریقہ: ان حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ان پاکانِ امت، جن کی حیثیت مسلم ہے، کا کام بدعت وگمراہی نہیں

ہوسکتا۔ان پر اعتراض تو کجا، ان کی پیروی ضروری ہے۔کسی کام کے جائز و ناجائز ہونے کے لئے کتاب وسنت کے بعد یہ بھی معیار ہیں، بلکہ کتاب و سنت کی اصل مراد سمجھنے کے لئے ہم ان کے محتاج ہیں۔ جو کام انہوں نے کیا، یا پسند کیا، وہ کتاب وسنت کی روح کے خلاف نہیں ہوسکتا۔اس حقیقت کو ذہن نشین کر لینے کے بعد، آپ کسی تقریب، رسم یا عمل کے بارے میں تحقیق کرنا چاہیں تو دیکھیں اسے کس نے ایجاد کیا، یا کس نے اس پر عمل کیا۔اگر ایجاد یا عمل کرنے والے پاکانِ امت ہوں تو جھٹ سمجھ لیجئے ، یہ شرعاً جائز اور پسندیدہ عمل ہے، ورنہ ناجائز ومکروہ (بالخصوص جب یہ گمراہ لوگوں کی ایجاد یا عمل ہو)۔

مثلاً محفل میلاد شریف کا شرعی حکم کیا ہے، اس کی تحقیق مطلوب ہو تو دیکھیں اسے کس فرقے نے شروع کیا۔اگر اس کا موجد بہتر۷۲ گمراہ فرقوں میں سے کوئی نہیں بلکہ محدثین کرام اور صوفیائے عظام ہیں تو یہی اس کے جائز ومستحب ہونے کی دلیل ہے۔دورِ حاضر کی فتنہ پرور فضا سے پہلے کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو بڑے بڑے صوفی، محدث، مفسر اور فقیہہ میلاد شریف کی برکات بیان کرتے نظر آئیں گے، جن میں خصوصاً امام سیوطی، امام سخاوی، امام قسطلانی، علامہ ابن حجر، صاحب روح البیان، ملاعلی قاری، محدث ابن جوزی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہم الرحمۃ بہت نمایاں ہیں۔کیا یہ اہل حق اور اہل علم کتاب وسنت کے خلاف فیصلہ دے سکتے ہیں؟ نہیں اور یقیناً نہیں، تو ماننا ہوگا، محفل میلاد شریف میں تو کوئی قباحت نہیں، قباحت ہے تو ان کے دلوں میں، جو اسے روکتے ہیں۔ پھر یہ سوچیں اگر میلاد شریف کے حامی یہ بزرگ اہلسنت ہیں تو منکرین یقیناً اہل سنت سے خارج ہیں اور جو اہل سنت سے خارج ہوں، اہل بدعت ہوتے ہیں۔

پھر اگر یہ سوال ذہن میں پیدا ہو کہ آخر ان بزرگوں نے محفل میلاد کا جواز کہاں سے نکالا تو سینکڑوں آیات و روایات مل جائیں گی اور یہ حقیقت کھل کے سامنے آجائے گی کہ ہمارے بزرگ جو کچھ بھی کرتے تھے، کتاب وسنت کی بنیاد پر کرتے تھے۔پھر اگر یہ خلش محسوس ہو کہ ذکرِ میلاد گو کتاب وسنت میں موجود ہے، مگر محفل میلاد کی موجودہ شکل وصورت اسلام کے ابتدائی دور میں نہیں ملتی، تو سمجھ لیجئے کہ یہ ایک نیا اچھا کام ہے۔اور نیا اچھا کام کرنے کا ثواب حدیث سے ثابت ہے، بلکہ اس حدیثِ پاک سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیامت تک جہاں جہاں بھی محفل میلاد شریف منعقد ہوگی، اس کا ثواب منعقد کرنے والوں کو ہی نہیں اس کے ایجاد کرنے والوں کو بھی ملے گا۔

خدانخواستہ کوئی کج فہم محفل میلاد شریف کو بدعت (یعنی بری بدعت) کہنے پر ہی تلا ہوا ہو تو وہ اسی کو بدعت نہیں کہہ رہا بلکہ ان سب صوفیائے کرام، محدثین عظام اور مفسرین فخام کو بدعتی کہہ رہا ہے، جو اپنے اپنے دور میں میلاد شریف کرتے رہے، جن کی تصانیف آج بھی روشنی کا مینار ہیں، جن کی تحقیقات کو ابد تک ملت کا عظیم ورثہ سمجھا جائے گا۔ یہ شخص ان بزرگوں کو معاذ اللہ دیوبدعتی و گمراہ ٹھہرا کر اپنے بدعتی و گمراہ ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے، اور قرآن کے فتوئ (نصلہ جھنم) کی زد میں آکر اپنے دین ودنیا تباہ کر رہا ہے۔

؎ حبِ درویشاں کلید جنت است　　　دشمن ایشاں سزائے لعنت است

اسی طرح ایصال ثواب (تیجا، دسواں وغیرہ) کے بارے میں تحقیق کریں ایصال ثواب یعنی ثواب پہنچانے کی اصل تو کثیر التعداد آیات و روایات سے ثابت ہے البتہ اس کی مختلف مروجہ شکلیں تحقیق طلب ہوں تو دیکھئے بزرگانِ دین کی کیا روش رہی ہے۔اگر سلف صالحین ان کے خلاف تھے تو آپ بھی خلاف ہو جائیے۔اور اگر وہ قائل تھے تو آپ بھی مان جائیے۔چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظات سے ثابت ہے کہ ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہما کا 'تیجا' بھی ہوا۔(اور اس میں ۸۱ ختمِ قرآن اور بے شمار کلمہ طیبہ کا ثواب بخشا گیا)۔

یونہی ساتویں، دسویں، چالیسویں، فاتحہ، جمعرات اور سالانہ عرس کے بارے میں تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ بزرگانِ دین کا مدتوں سے ان پر عمل رہا ہے۔آج کل اذان سے پہلے اور بعد میں بلند آواز میں درود وسلام پڑھنے پر بھی اختلاف ہو رہا ہے، حالانکہ آج سے دو چار سو سال پہلے اس پر سب اتفاق و اجماع تھا۔تحقیق کے مطابق اس کا باقاعدہ آغاز مجاہد اسلام حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ (متوفی ۵۸۹ھ) نے کیا تھا۔ایسا

شخص جس نے صلیبی جنگوں میں اسلام کے بدترین دشمنوں کوشکستِ فاش دے کر دینِ حق کی حفاظت فرمائی اور جو سیرت و کردار کے اعتبار سے تعلیماتِ قرآنی کی منہ بولتی تصویر تھا۔ 'بدعتی' ہے یا ہمارا اعظیم محسن۔ نیز حضرت ایوبی کی اس کارروائی کو سب علماء وصوفیاء کی متفقہ تائید حاصل رہی اور صدیوں اس 'بدعت حسنہ' پر اجماع رہا۔حتی کہ محمد بن عبدالوہاب نے اس کی مخالفت کی اور مسجد بیت الحرم کے موذن کو درود وسلام پڑھنے پر شہید کر دیا

انصاف کی بات: اس تفصیلی گفتگو کے بعد بھی اگر کوئی صاحب مطمئن نہ ہوں اور مسلمانوں کو 'بدعتی' کہنے سے باز نہ آئیں تو پھر اپنے طرزِ عمل کو بھی اپنے معیار پر پرکھیں۔ کیا وہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ان کی زندگی بالکل حضور سید دو عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دورِ حیات کے مطابق ہے۔ اور انہوں نے ہر ایسی چیز سے پرہیز کیا ہے جو اس مبارک زمانے میں نہیں تھی۔ اگر واقعی یہی دعویٰ ہے تو موجودہ شکل میں قرآن پاک ہرگز نہ پڑھیں (کہ یہ شکل بعد کی 'بدعات' سے بنی ہے جیسا کہ مفصل بیان گزرا)۔ یونہی ایسی مسجد میں نماز نہ پڑھیں جو بعد کے تکلفات سے پرہے (پہلے دور سے اب تک شکل وصورت میں جو تبدیلیاں بھی آئی ہیں، انہیں 'بدعات' کہہ کر حقیقی مسجد تلاش کریں)۔ ایسے کسی مدرسے میں ہرگز تعلیم حاصل نہ کریں، جو اصحاب صفہ کے مدرسے کی ہیئت سے محروم ہو۔ کسی ایسی سواری پر سفر نہ کریں، جو بعد کی ایجاد ہو بلکہ ایسے گھر میں بھی نہ رہیں جس میں موجودہ دور کی سہولتیں ہوں۔ اگر تیجے، ساتویں، دسویں وغیرہ بدعت ہیں تو ہفتہ وار رسائل اور ماہنامے کیوں جائز ہوئے۔ اور دیوبند کا صد ۱۰۰ سالہ جشن کس کھاتے میں رکھیں گے، اور سالانہ اہلِ حدیث کانفرنس کا کیا بنے گا۔ اور اگر دور اول میں کسی نے اہلحدیث یا دیوبندی جیسا نام نہیں اپنایا تو اب یہ 'بدعت' کیوں نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ 'ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اپنے مناظرے میں کہا تھا کہ آپ حضرات ان چار ۴ چیزوں کی صحیح تعریف کر دیں، جس پر کوئی اعتراض نہ ہو اور وہ جامع و مانع ہو تو جس قدر چاہیں ہم سے انعام لیں۔ ابدعت، ۲ شرک، ۳ دین، ۴ عبادت۔ اور اب بھی اپنے رب کے بھروسے پر کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی دیوبندی، کوئی غیر مقلد اور کوئی شرک و بدعت کی رٹ لگانے والا ان چار ۴ چیزوں کی ایسی تعریف نہیں کرسکتا جس سے اس کا اپنا مذہب بچ جائے۔ آج بھی ہر دیوبندی اور غیر مقلد کو اعلانِ عام ہے کہ ان کی ایسی صحیح تعریف کرو، جس سے محفل میلاد (معاذ اللہ) حرام اور رسالہ قاسم اور پرچہ اہل حدیث حلال اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنا شرک ہو اور پولیس وغیرہ سے استمداد عین توحید' اور کہہ دیتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ تعریفیں نہ ہو سکی ہیں' نہ ہو سکیں گی۔

یہاں سیالکوٹ میں ایک صاحب بڑے جوش سے محفل میلاد پر برس رہے تھے اور اسے 'بدعت' کہہ رہے تھے۔ ایک بچے نے چٹ پیش کی کہ سالانہ اہلحدیث کانفرنس کیوں بدعت نہیں وہیں جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ یونہی ایک دفعہ ایک پروفیسر صاحب کو وقت مقرر کرنے کے سلسلے میں میں نے بھی جواب کہلا بھیجا تھا کہ 'بدعت' کا اگر یہی تصور ہے تو فرمائیے، کالج میں مقررہ وقت (پیریڈز) میں مقررہ نصاب، مقررہ تنخواہ (بشمول مقررہ ترقی) پر پڑھانا کیوں بدعت نہیں تو جواب نہ مل سکا۔

فیصلہ کرنے کا دوسرا طریقہ: ایمان کا دارومدار محبت پر ہے، یعنی خدائے کریم جل مجدہٗ اور حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت پر کثیر آیات واحادیث کے علاوہ عام انسانی عقل کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ ذرا خود سوچیں، جو جسے اپنا خدا مان رہا ہے، گویا اسے سب سے بڑا مان رہا ہے، اور جسے اس کا نمائندہ سمجھتا ہے، اسے اپنے خدا کے بعد سب سے بڑا مانتا ہے، چنانچہ کسی کو خدا یا خدا کا نمائندہ ماننے والا اس کی محبت سے خالی نہیں ہو سکتا، اور پھر محبت چونکہ عظمت کی وجہ سے ہے لہٰذا اس کی تعظیم کا منکر بھی نہیں ہو سکتا، اگر کوئی کسی کو خدا یا خدا کا نمائندہ مان کر اس کی محبت و تعظیم سے بے بہرہ ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ماننے (یعنی ایمان) کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

جب خدائی اور نبوت کے جھوٹے مدعی کا ماننے والا بھی ان کی محبت و تعظیم سے معمور ہوتا ہے تو سچے خدا کو اور سچے خدا کے سچے رسول کو ماننے والا اپنے خدا اور سول کی محبت و تعظیم کے کس درجے پر ہونا چاہیے۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص ایمان (یعنی ماننے) کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر خدا اور رسول کی

محبت و تعظیم کا منکر یا اس سے محروم ہے تو یقیناً یقیناً اپنے دعویٰ ایمان میں جھوٹا ہے۔

اب آپ یہ جاننا چاہیں کہ کون محبّ و معظم (محبت و تعظیم کرنے والا) ہے، تو یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ اگر ایک شخص آپ کے باپ کے بارے میں کوئی رائے دے رہا ہو تو آپ اس کے طرز کلام اور الفاظ و بیان سے جھٹ پہچان جائیں گے کہ وہ آپ کے باپ کا مخالف ہے' یا دوست۔ یونہی جو شخص حضور سید عالم، نور مجسم، حبیب مکرم ﷺ کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔ آپ اس کے طرز کلام اور الفاظ و بیان سے بھی فوراً اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ چاہنے والا ہے یا چاہت سے خالی ہے۔ جب آپ اس کے بارے میں یہ جان چکے کہ یہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی محبت والا ہے' تو فیصلہ کر لیں کہ یہ مومن ہے اگر چہ اسے قرآن پاک بھی پڑھنا نہ آتا ہو اور اگر آپ نے اندازہ کر لیا کہ چاہت اور محبت سے محروم ہے تو یقین کر لیں وہ کافر ہے یا منافق، اگر چہ قرآن پاک کی آیات فر فر سنا رہا ہو۔

یقین کیجئے قرآن پاک اپنے محبوب ﷺ کی تصدیق کیلئے آیا ہے، توہین کے لئے نہیں۔ قرآن پاک کی ہر آیت معجزہ ہے (قرآن پاک میں معجزے کو آیت ہی کہا گیا ہے۔ معجزہ صاحب معجزہ کی تصدیق نہ کرے تو معجزہ نہیں رہتا۔ جب قرآن پاک کی ۶۶۶۶ آیات معجزات ہیں تو معلوم ہوا ہر آیت سرکار دو عالم ﷺ کی عظمت ہی کا بیان ہے۔ اگر کوئی شخص ان آیات کو پڑھ کر بھی نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کمالات کا انکار کرتا ہے، تو سمجھ لیجئے، نہ یہ قرآن کو سمجھا ہے اور نہ مومن ہی ہے۔ یہ خدا کا دوست نہیں، دشمن ہے۔ اسلام کا مبلغ نہیں، باغی ہے، امن کا حامل نہیں تخریب کار ہے بلکہ کہیئے سب سے بڑا تخریب کار ہے کیونکہ قرآن پر بھی ظلم کر رہا ہے)۔

غور کیجئے اگر کوئی منافق مسلمانوں کو سخت ترین دھوکا دینا چاہے تو کونسا طریقہ اختیار کریگا وہ قرآن پاک پڑھ کر ہی دوسروں کو مرعوب کرے گا۔ یا حدیث کی روایات سنا کر اپنے علم کا سکہ بٹھائے گا۔ اور اگر ایسا شخص کتاب و سنت ہی کو اپنا سہارا ظاہر نہ کرے تو دھوکا دینے میں کامیاب کیونکر ہو سکتا ہے واضح ہوا کہ منافق کا نہ قرآن سے تعلق ہے نہ حدیث سے وہ صرف دھوکا دینے کے لئے ان کا حوالہ دیتا ہے جو عقیدہ اس کے اپنے خلاف ہے اسے اپنی بجائے کتاب و سنت کے خلاف کہہ رہا ہے اپنے خلاف کہتا تو داؤ نہ چلتا کتاب و سنت کے خلاف ظاہر کر کے اپنی منافقت پر پردہ ڈال رہا ہے اور اپنی کجروی کی صفائی پیش کر رہا ہے۔ افسوس ہے کہ اس کی سکیم اس کے خیال میں بڑی کامیاب رہی آج ملت اسلامیہ کا سارا انتشار اسی سکیم کا نتیجہ ہے۔ لوگ اپنے باپ کے مخالف کو ایک آدھ لفظ سے ہی پہچان لیتے ہیں لیکن کتاب و سنت کی غلط ترجمانی کرنے والوں کے ارادوں کو نہیں پہچانتے جبہ و دستار، ماتھے محراب، اونچے پائجامے اور نمائش اخلاق نے سادہ دل لوگوں کو حقیقت سے دور کر دیا۔ آہ، صد افسوس

تسبیح تو نے ڈال کے گردن میں اے صنم — کھینچا ہُما کو مرغ مصلّی کے جال میں

اگر یہ قرآنی تنبیہ ذہن نشین رہتی کہ حضور پر نور ﷺ کی عام سی گستاخی تمام عمر کی نیکیاں تباہ کرنے کے لئے کافی ہے (الحجرات)، تو اس وبا کا شکار نہ ہوتے۔

یہ توحید اور یہ سنت (جیسا کہ اوپر بھی تفصیل سے گزرا) محض پھانسنے کے لئے بطور نعرہ استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور یہ شرک اور یہ بدعت' کے ڈراوے محض گستاخ رسول بنانے کے ہتھکنڈے ہیں۔ یہ کتنا دردناک لطیفہ ہے کہ خارجیوں نے اس ذات پاک پر، جسے خود رسول ﷺ نے شہر علم کا دروازہ قرار دیا تھا، (یعنی سید نا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ شرک کا ناپاک الزام لگایا اور بدبختوں نے اپنے زعمِ باطل میں اپنے اس فتویٰ کو قرآنی حکم قرار دیا یونہی حضرت سیدنا عثمان بن عفان کو، جو جامع آیات قرآن اور تیسرے خلیفہ راشد ہیں، بلوائیوں کی طرف سے معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ بدعتی کہا گیا۔ یہ بلوائی جنہوں نے آخر میں سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اسلام میں سب سے پہلے فتنہ کے بانی ہوئے اور خارجی جنہوں نے بالآخر سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تاریخ اسلامی کی رو سے تخریب کاروں کا دوسرا ٹولا تھا۔ دیکھئے جنہوں نے قرآن خود صاحب قرآن ﷺ سے پڑھ کر اس کی بہترین خدمات انجام دے اور جنہیں خدا اور رسول نے یہ عظمت بخشی کہ ان کا اپنا طریقہ

بھی امت کے لئے واجب الاتباع ہے، انہیں کو مشرک اور بدعتی کہا جا رہا ہے (العیاذ باللہ)۔ معلوم یہ ہوا کہ مفسدین ابتدا ہی سے اس قسم کے نعرے لگاتے آئے ہیں صرف انہیں پہچاننا ضروری ہے اور جو انہیں پہچانتا نہیں ان کے دھوکے میں آجاتا ہے۔ اور جو دھوکے میں آجاتا ہے اور پھر انہیں کی طرح دوسروں کو دھوکا دینا شروع کر دیتا ہے، یہی پہلے ضال (گمراہ) ہوتا ہے اور پھر مضل (گمراہ کرنے والا) بن جاتا ہے ملت کو پارہ پارہ کرنے والے صالحین اور مصلحین کا لبادہ اوڑھ کر اور بھی خطرناک ہو جاتے ہیں قرآن پاک فرماتا ہے:

واذا قیل لھم لا تفسیدوافی الارض قالو ا انما نحن مصلحون٥

ترجمہ: اور جو ان سے کہا جائے، زمین میں فساد مت کرو، تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ (البقرہ)

مختصر یہ کہ شرک وبدعت کی رٹ لگانے والے کے اندازِ بیان اور مقصودِ کلام کا جائزہ لیجئے اگر وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فضائل وکمالات کا انکار کر رہا ہے تو یقین جانیئے، اسے خدا اور رسول ﷺ سے کوئی محبت ہی نہیں اور محبت نہیں تو ایمان نہیں **(الا لا ایمان لمن لا محبة له)** یعنی جس میں محبت نہیں، اس میں ایمان نہیں ــــ (حدیث شریف، مقدمہ دلائل الخیرات شریف) جب ایمان ہی نہیں تو کہاں کی توحید اور کہاں کی سنت۔ دوسروں کو شرک وبدعت سے ڈرا رہا ہے تو یہ وہی بلوائیوں اور خارجیوں کی 'سنت' ہے۔ (اور انہیں جس 'سنت' سے محبت ہے، وہ سنتِ رسول ﷺ نہیں، بلکہ دشمنانِ رسول کی 'سنت' ہے) جو خود 'بدعتی' ہے، وہ کسی طریقے کو 'بدعت' کہتا پھرے، کیا ہوتا ہے، یہ تو اس کا 'بہانہ' ہے۔ میں نے عرض کیا ہے۔

نام توحید کا لیتا ہے کبھی سنت کا   کرتا ہے منکرِ تعظیم بہانے کیا کیا

چند سال پہلے کی بات ہے کہ ایک نوجوان جو غیر مقلد خاندان کا چشم و چراغ تھا، میرے پاس آیا۔ اس نے کہا، میں نے بغور مطالعہ کیا ہے اور تحقیق کے نتیجے میں اہل سنت کا مسلک ہی درست نظر آتا ہے۔ ہاں ایک مسئلہ ضرور کھٹکتا ہے، اور وہ ہے اذان سے قبل یا بعد درود شریف پڑھنے کا'۔ میں نے اسے بڑی تفصیل سے جواب دیا، جس سے وہ مطمئن بھی ہو گیا (مثلاً یہ کہ درود شریف پڑھنے کا حکم کسی وقت سے مقید نہیں بلکہ مطلق ہے اور مطلق کو مقید کرنا خود بدعت مذمومہ ہے)۔ آخر میں میں نے عرض کیا کہ اس پر غور کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے۔ اس نے پوچھا، کونسا؟ عرض کیا، آپ منکرین درود کے باقی عقائد پر بھی غور کریں، جنہیں وہ عموماً عوام سے چھپاتے ہیں، مگر ان کی کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً خداوند سبوح وقدوس کی صداقت کو واجب نہ سمجھنا، حضور ﷺ کی ختم نبوت کے شرعی ومعروف مفہوم کا انکار، ہر مسلمان کو معاذ اللہ رحمۃ للعٰلمین قرار دینا وغیرہ وغیرہ۔ جن کے ایسے واہی عقائد ہیں، جو انہیں ایمان ہی سے دور کر رہے ہیں، کیا ممکن ہے کہ اتنی عظیم بنیادوں کو ڈھا کر نظریہ تخصیصِ درود میں سچے ہوں۔ اسی طرح جس مذہب کے سب عقائد آپ خود درست مان رہے ہیں، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک عقیدے میں غلط ہو)

تصریحاتِ دیوبند: بدعت کا مفہوم اچھی طرح واضح کرنے کے لئے اب قاری محمد طیب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کی کتاب کلمہ طیبہ، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاہور سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ علم وتحقیق میں شاید دیوبند کا کوئی فاضل بھی قاری صاحب کا ہمسر نہیں۔ یہ عبارات کتاب کی پہلی عکسی طباعت ۱۹۷۶ء سے لی گئی ہیں):

ا۔ دین کے سلسلے میں کسی مطلق کو مقید بنانے یا مقید کو مطلق کرنے، کسی عام کی تخصیص کر دینے یا خاص کو عام بنا دینے کا حق اللہ ورسول کے سوا کس کو حاصل ہے کہ اس جرات کی گنجائش ہو؟ پھر بھی اگر کوئی غیر خدا اور رسول ایسا کرے تو حقیقتاً یہ در پردہ شارع ہونے کا دعویٰ ہے، جو بدترین بدعۃ بلکہ شرک فی الرسالۃ ہے، ''اعاذنا اللہ منہ'' (صفحہ ۲۰)

۲۔ کوئی ایک ضعیف روایت بھی ساقط الاعتبار نہیں مانی گئی ہے ورنہ ضعیف اور موضوع ومنکر وغیرہ میں فرق باقی نہیں رہ سکتا، (صفحہ ۴۲)

۳۔ ضعیف روایت منافی احتجاج نہیں، اس لئے ضعیف کہنے والے محدثین حدیث کو ضعیف بھی کہتے جاتے ہیں اور حجت بھی پکڑتے جاتے ہیں۔ (صفحہ ۴۳)

۴۔ظاہر ہے کہ جب ضعاف کا مجموعہ حسن لغیرہ بن کر احکام تک میں حجت ہے۔(صفحہ ۴۹)
۵۔فضائل میں خالص ضعیف حدیث بھی معتبر ہے۔(صفحہ ۵۰)
۶۔ظاہر ہے کہ عدم ذکر عدم شئی کو مستلزم نہیں ہوتا۔(صفحہ ۵۷)
۷۔اس سے واضح ہے کہ امت کے کسی معمول پر امت اور آئمہ کی طرف سے انکار وارد نہ ہونا اس کے اجماعی ہونے کی دلیل ہوتا ہے ....اور

مارا ٰہ المو منون حسنا فھو عند اللہ حسن .

ترجمہ: جس کو ایمان والے اچھا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھی چیز ہے۔

کے اصول پر خواص مومنین ہوں یا عوام مومنین، ہر دور اور ہر طبقہ میں اسے بلانکیر اور بلا شبہ جائز بلکہ قربت وطاعۃ مانتے چلے آئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے مجمع علیہ کلمہ نہ کہا جائے۔ نیز سب جانتے ہیں کہ اسلامی عقائد کے ثبوت کا دارومدار تواتر پر ہے۔لیکن اس ثبوت میں روایت کا تواتر ضروری نہیں ہے،تعامل کا تواتر بھی کافی ہے جبکہ اس کی بنیاد کتاب وسنت میں موجود ہو۔(صفحہ ۷۰)
۸۔اگر کسی مسئلہ پر دور صحابہ کے بعد بھی کسی دور میں اجماع منعقد ہو جائے،تب بھی وہ مسئلہ اجماع ہی سے ثابت شدہ مانا جائے گا۔ کیونکہ اصول اجماع کی شرعی حجتیں اس بارہ میں مطلق وارد ہوئی ہیں جن میں کسی عصر اور قرن کی قید مروی نہیں(صفحہ ۷۴)
۹۔ بلکہ اب میں اور ترقی کر کے یہ عرض کروں گا کہ اگر کسی مسئلہ شرعی میں سلف میں سے کسی کا قول خلاف میں بھی ثابت ہو،اور اس کے باوجود کسی عصر میں اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو جائے اور امت کے خواص وعوام مل کر سب اس پر مجتمع ہو جاویں،تب بھی وہ اجماع معتبر ہوگا۔(صفحہ ۷۸)
۱۰۔آخرین کا اجماع اولین کے اجماع کی خود ہی دلیل ہے۔(صفحہ ۷۹)
۱۱۔عدم ذکر کے معنی دنیا میں کہیں بھی نفی وممانعت کے نہیں ہوتے۔(صفحہ ۸۴)
۱۲۔اگر یہ عدم ذکر آپ کے زعم میں عدم جواز کا مقتضی ہے تو عدم ذکر ممانعت اسی اصول پر اس کے جواز کا مقتضی ہونا چاہیے۔(صفحہ ۸۴)۳
۱۳۔کسی مذکور شے سے غیر مذکور شے کی نفی اور عدم جواز پر استدلال کیا جانا دلیل ہی نہیں کہ اس پر تنقید ضروری ہو۔(صفحہ ۸۸)
۱۴۔ظاہر ہے کہ ذکر یا ہماری لاعلمی اس کے عدم ثبوت کی دلیل نہیں ہوسکتی بالخصوص ہماری لاعلمی نہ کوئی شرعی حجت ہے نہ عقلی۔(صفحہ ۱۰۹)
۱۵۔مطالبہ دلیل کے سلسلہ میں دلیلِ خاص کا مطالبہ ہی اصولاً ناجائز ہے کہ فلاں چیز کی دلیل مثلاً قرآن ہی سے پیش کی جائے یا حدیث سے لائی جائے،تا بعمل صحابہ چہارسد(صفحہ ۱۰۹)
۱۶۔حقیقت تو یہ ہے کہ امت محمدیہ کا مشرق سے لے کر مغرب تک یہ عام تعامل وتوارث صحابہ ہی کے تعامل کی دلیل ہے،جیسا کہ واضح ہو چکا ہے،نیز جبکہ صحابہ کرام سے نفی ثابت نہیں بلکہ مسئلہ سکوت عنہ کے درجہ میں رہے تو امت محمدیہ کے اجماعی تعامل کو انھی کے تعامل کی دلیل تصور کیا جائے گا،جیسا کہ اس کی تفصیلی بحث گزر چکی ہے،ورنہ بہت سے مباحاتِ اصلیہ جو صحابہ کرام کے زمانے میں زیر عمل نہیں آئے مگر اباحتِ اصلیہ کے تحت جائز ہیں یا بہت سے اجتہادی مسائل جو زمانہ صحابہ میں زیر عمل تو کیا زیر علم بھی نہیں آئے،مگر بعد میں کسی اصولِ شرعی سے مستنبط ہوئے تو وہ اس لئے ناجائز نہیں قرار پاسکتے کہ ان کے بارے میں صحابہ کا عمل منقول نہیں کہ وہاں سرے سے عمل موجود ہی نہیں بلکہ علم بھی سامنے نہیں پس ایسے جائز مسائل پر جب بھی امت عمل پیرا ہو جائے،اسے اس کا حق ہے اور وہ عمل شرعی ہو کر ہی ادا ہوگا۔(صفحہ ۱۱۰)
۱۷۔کتاب وسنت کے اندر رہنے کا معیار اتنا تنگ نہیں ہے جتنا ان حضرات نے اسے خیال فرمالیا ہے سنت نبوی کا ذخیرہ صرف بخاری ومسلم یا صحاح ستہ تک محدود نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے(صفحہ ۱۲۳)
۱۸۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے کا درجہ ومقام بلند کریں گے تو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی یہ رتبہ مجھے کیسے مل گیا۔فرمائیں گے تیرے بیٹے کی استغفار کی بدولت جو اس نے تیرے لئے کیا،یعنی ہم سے تیرے لئے مغفرت مانگی۔(۱۴۶)
۱۹۔اس ذکر کا حاصل جس کا نام درود شریف ہے تمام جہانوں کے مربی اعظم اور محسن اکرم جناب رسول اللہ ﷺ کا حق پہچاننا اور آپ کی ذات

اقدس کے ساتھ غلامانہ تعلق کو ترقی دے کر حضور ﷺ کے ساتھ خصوصی نسبت پیدا کرنا ہے تا کہ اس نسبت کے سبب سے ایک طرف تو حضور کو ہم گنہگار امتوں کی طرف توجہ خصوصی ہو جائے اور ایک طرف حق تعالیٰ کی عنایت خاص ہم پر منعطف ہو جائے۔ (صفحہ ۱۵۰)

ہماری گذارش: دور حاضر کے سب سے بڑے دیو بندی عالم جناب قاری صاحب کے مندرجہ بالا فرمودات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمایئے اور بتایئے کہ کیا یہ وہی اصول وضوابط نہیں جو علمائے اہل سنت، منکرین کے جواب میں پیش کرتے ہیں۔ کسی کام کے جائز و ناجائز یا بدعت و عدم بدعت ہونے کا فیصلہ مقصود ہو تو انہیں ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ مثلاً درود شریف پڑھنے کا حکم مطلق ہے، جو اسے کسی خاص وقت سے مقید کرتے ہیں، یا کسی خاص وقت کو اس سے محروم کرنا چاہتے ہیں، وہ قاری صاحب کے نزدیک خود شارع بننے کی گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ وہ ضعیف حدیثوں کا جو مرتبہ بیان کر رہے ہیں، اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کے منکرین اسے نہیں مانتے۔ قاری صاحب فرماتے ہیں کہ اجماع کسی دور کا بھی ہو، معتبر ہے بلکہ یہ اجماع صحابہ کی علامت ہے۔ یہ سب درست ہے تو محفل میلاد کی موجودہ شکل پر ایک زمانے میں اجماع امت رہ چکا ہے۔ اس اجماع کے قریباً پچاس ۵۰ سال بعد تاج الدین فاکہانی نے سب سے پہلے اس کا انکار کیا (تفصیل کے لئے دیکھئے انوار ساطعہ)۔ اجماع امت کی شرط جب کسی دور کے اجماع سے بھی پوری ہو سکتی ہے تو فرمایئے محفل میلاد کا انکار کیا اجماعی مسئلے کا انکار نہیں! غرض ان چند سطور سے تمام اختلافی مسائل حل ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ دل میں کجی نہ ہو۔

مولانا مودودی کا تصور بدعت: چند سال قبل جماعت اسلامی کے بانی اور سابق امیر جناب مولانا مودودی نے غلافِ کعبہ کی نمائش کا وسیع پیمانے پر اہتمام کیا تو مخصوص ذہن کے لوگوں نے اپنی فکری روایت کے مطابق اس سب کچھ کو ناجائز و بدعت کہا۔ مولانا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"کسی فعل کو بدعت مذمومہ قرار دینے کے لئے صرف یہی بات کافی نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا تھا۔ لغت کے اعتبار سے تو ضرور ہر نیا کام بدعت ہے، مگر شریعت کی اصطلاح میں جس بدعت کو ضلالت قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد وہ نیا کام ہے جس کے لئے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو، جو شریعت کے کسی قاعدے یا حکم سے متصادم ہو، جس سے کوئی ایسا فائدہ حاصل کرنا یا کوئی ایسی مضرت رفع کرنا متصور نہ ہو جس کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے، جس کا نکالنے والا اسے خود اپنے اوپر یا دوسروں پر اس ادعا کے ساتھ لازم کرے کہ اس کا نہ کرنا گناہ اور کرنا فرض ہے۔ یہ صورت اگر نہ ہو تو مجرد اس دلیل کی بنا پر کہ فلاں کام حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں ہوا، اسے بدعت بمعنی ضلالت نہیں کہا جا سکتا۔

بخاری نے کتاب الجمعہ میں چار ۴ حدیثیں نقل کی ہیں، جن میں بتایا گیا ہے کہ عہد رسالت اور عہد شیخین میں جمعہ کی صرف ایک اذان ہوتی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور میں ایک اذان کا اور اضافہ کر دیا، لیکن اسے بدعتِ ضلالت کسی نے بھی قرار نہیں دیا بلکہ تمام امت نے اس نئی بات کو قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر صلوٰۃ ضحیٰ (نماز چاشت) کے لئے خود بدعت اور احداث کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ **انها من احسن مال احدثوا** یہ ان بہترین نئے کاموں میں سے ہے جو لوگوں نے نکال لئے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور اچھی بدعت ہے اور فرماتے ہیں کہ **مال احدث الناس شيئا احب الى منها** لوگوں نے کوئی ایسا نیا کام نہیں کیا جو مجھے اس سے زیادہ پسند ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے بارے میں وہ طریقہ جاری کیا جو نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر کے عہد میں نہ تھا۔ وہ خود اسے نیا کام کہتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں **نعمت البدعة هذه** (کیا ہی اچھا یہ نیا کام ہے)۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجرد نیا کام ہونے سے کوئی فعل بدعتِ مذمومہ نہیں بن جاتا....... بلکہ اسے بدعتِ مذمومہ بنانے کے کچھ شرائط ہیں۔

امام نووی شرح مسلم کتاب میں کل بدعة ضلالة کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں، علماء نے کہا کہ بدعت یعنی باعتبارِ لغت نئے کام کی پانچ ۵ قسمیں ہیں۔ ایک بدعت واجب ہے دوسری بدعت مندوب ہے (یعنی پسندیدہ) تیسری بدعت حرام ہے۔ چوتھی مکروہ اور پانچویں مباح ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ جو نیا کام شرعاً مستحسن کی تعریف میں آتا ہو وہ اچھا ہے اور جو شرعاً برے کام کی تعریف میں آتا ہے وہ برا ہے ورنہ پھر مباح کی قسم میں سے ہے۔ (فتح الباری)

اعجاز قرآن و فصاحت مصطفیٰ ﷺ

تقریر: حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

ترتیب: محمد طاہر نقاش حسینی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت: **یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین**

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

رب ذوالجلال کی لاریب کتاب قرآن حکیم فصاحت و بلاغت سے بھری کتاب ہے۔ کسی بات کو نہایت پراثر انداز سے بیان کرنا اور کما حقہ اس کا اثر ہونا بلیغ بات کہلاتا ہے۔

تو اس بلاغت کے اعتبار سے جتنی فصیح اور بلیغ کتاب قرآن حکیم ہے۔ کائنات میں کوئی اور کتاب تھی اور نہ قیامت تک ہوگی۔ رب کائنات نے اسی لئے اس کتاب کو اپنے محبوب کیلئے معجزہ بنا کر بھیجا ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ ہمیشہ کیلئے رسول ہیں اور حضور ﷺ پر اترنے والی یہ کتاب بھی ہمیشہ کیلئے معجزہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس کائنات میں تشریف لائے لوگوں کے سامنے معجزات پیش کئے۔ اب جناب موسیٰ علیہ السلام اس کائنات میں نہ رہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے یہ کہ آپ نے پتھر پر اپنا عصا مارا اس سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ دریا پر عصا مارا بارہ راستے نکل پڑے۔ لیکن یہ تمام معجزات وقتی تھے۔ کوئی اگر آج جناب موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتا ہے تو اس کے انکار کا جواب دینے کیلئے بھلا موسیٰ علیہ السلام نے تھوڑی اس دنیا میں آجانا ہے، نہ آپ آئیں گے نہ پتھر پر یا سمندر پہ آپ عصا ماریں گے کیونکہ وہ معجزہ وقتی تھا اسی طرح جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بھی وقتی تھے کہ ان کا یہ معجزہ، قرآن فرماتا ہے۔

وابری الاکمہ والابرص و احیی الموتی باذن اللہ (آل عمران:۴۹)

کہ میں مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کرتا ہوں اور جذام والوں کو، اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے اذن سے

ایمانداری سے سوچیں آج اس بات کو کتنا اچھالا جارہا ہے کتنا شور مچایا جارہا ہے کہ نبی کچھ نہیں کرسکتے، ان سے مدد مانگنا، ان کو حاجت روا ماننا، شرک معاذ اللہ، لیکن رب کا قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وعظ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ اے لوگو میں پیدائشی اندھوں اور جذام والوں کو بھی ٹھیک کرسکتا ہوں اور مردے بھی زندہ کرسکتا ہوں لیکن اگر میرے شامل حال اللہ کا فضل ہو۔ رب نے اپنے بندوں کو اس کائنات میں مشکلکشا اور حاجت روا بنا کر بھیجا ہے۔ کوئی بندہ اگر یہ کہے کہ میں اس سامنے والی دیوار کو رب کی عطائی طاقت کے بغیر دیکھ رہا ہوں تو یہ شرک ہے

کیونکہ رب کے سوا کسی اور کے پاس جیسی بھی اور جتنی بھی طاقت ہے وہ رب کی عطا کی ہوئی ہے رب جس کو چاہے جیسی اور جتنی طاقت وقوت سے سرفراز فرمادے۔رب اپنے بندے کو سننے کی طاقت عطا فرماتا ہے۔تو بندہ سمیع ہے،رب بندے کو دیکھنے کی طاقت عطا فرمائے تو بندہ بصیر ہے۔رب خود بھی سمیع وبصیر ہے۔ بندہ بھی سمیع وبصیر ہے۔دونوں میں فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی سماعت و بصارت ذاتی ہے وہ اپنی طاقت سے سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے اور بندہ کی سماعت و بصارت عطائی ہے وہ سنتا بھی اللہ کے فضل سے ہے اور دیکھتا بھی اللہ کے فضل سے ہے۔رب کائنات کسی طاقت وقوت میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں جبکہ بندہ ہر صفت ووصف میں اپنے رب کا محتاج ہے۔بعض لوگوں کی اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر نیت ٹھیک نہیں ہوتی وگرنہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہ ہوگا جو یہ بات کہے کہ میں اپنی طاقت سے سب کچھ کرسکتا ہوں یا جناب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی طاقت سے مشکلکشائی فرمایا کرتے تھے یا جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی طاقت سے مادرزاد اندھے ٹھیک کیا کرتے تھے عیسائی یہ بات کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں وہ بذات خود سب کچھ کرسکتے ہیں ایسا کہنے والے مشرک ہیں۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں گروہوں کا جواب بڑے احسن انداز میں دیا جو گروہ کہتا تھا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام بذات خود سب کچھ کرسکتے ہیں۔آپ نے فرمایا باذن اللہ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں اس میں میرا ذاتی کوئی کمال نہیں ہے یہ تو سب کچھ میرے اللہ کا مجھ پر فضل ہے اسکے فضل کے بغیر میں کچھ نہیں کرسکتا اور دوسرا گروہ جو یہ بکواس کرتا تھا کہ آپ کچھ بھی نہیں کرسکتے انکا جواب بھی دیا کہ

وابری الاکمہ والابرص (آل عمران:۶۹)

میں مادرزاد اندھے بھی ٹھیک کرتا ہوں اور کوڑھ والے (مریض) بھی

یعنی ایک ہی فقرے میں دونوں معترضین کی بکواسات کا جواب دے دیا۔یہ قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت کا صریح ثبوت ہے۔جناب عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میں گویا سب کچھ کرسکتا ہوں۔اگر میرے ساتھ میرے اللہ کا فضل و کرم ہو یہ ہمارے اس عقیدے کی دلیل بھی ہے۔اسی لئے کہتے ہیں کہ جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ڈوبا ہوا بیڑا اپنے اللہ کے فضل سے کنارے پر لگایا تھا،اگر آج بھی کوئی پیر اپنے مرید کی مشکلکشائی فرماتا ہے تو اللہ کے فضل سے کوئی کسی دوسرے کی مدد کرتا ہے تو اللہ کے فضل سے کرتا ہے اور اگر اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو تو پھر کوئی طاقت نہیں ہوتی اور نہ کسی دوسرے کی مدد کی جاسکتی ہے۔کسی عقل کے اندھے کا یہ کہنا کہ نبیوں اور ہم میں فرق صرف یہی ہے کہ ان پہ وحی نازل ہوتی ہے اور ہم پہ نہیں۔ارے نادان! رب وحی بعد میں نازل فرماتا ہے پہلے نبی کو طاقت وقت عطا فرماتا ہے، پہلے اسکو وحی کے قابل بناتا ہے پھر اسے وحی عطا فرماتا ہے۔اسی لئے رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے

جس کو اس نے رسول بنانا ہے اسے زمانے کی نحوستوں اور تیرگیوں سے پاک فرمادیتا ہے۔اسے معاشرے کی سوچوں اور فکروں سے بلند فرمادیتا ہے۔اسے عام اخلاق سے عام طاقتوں سے بے نیاز کردیتا ہے۔اسکی طاقت وقوت کائنات کے لوگوں کی سوچوں سے بلند تر ہوتی ہے۔یہ بات رب کا قرآن کہہ رہا ہے۔پھر آگے جناب عیسیٰ علیہ السلام فرمارہے ہیں۔

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم (آل عمران:۴۹)

ترجمہ: کہ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وعظ سے بالکل ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے انکو معلوم تھا کہ مدرسۂ دیوبند سے ایسے ایسے بدبخت انسان بھی پیدا ہوں گے جو یہ بکواس کریں گے کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔عیسیٰ علیہ السلام نے بیان فرماکر قیامت تک آنیوالے لوگوں کو یہ بتا دیا کہ لوگو! میں تو اس آخرالزماں نبی کی بشارت دینے کیلئے آیا ہوں تو جب میرے علم کا یہ عالم ہے کہ میں تمہارے گھروں میں تمہاری مصروفیات کو دیکھ سکتا ہوں تو پھر اس محبوب کے علم کا کیا مقام ہوگا۔

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کا اعجاز دیکھیں اس بے مثل کتاب کی بلاغت دیکھیں کہ بیک تیر دو نشانہ کے پیش نظر اللہ کے بندے حاجت روائی بھی فرما سکتے ہیں مشکلکشائی بھی فرما سکتے ہیں۔اور یہ باتیں من گھڑت نہیں رب کا ہی قرآن گواہ ہے۔اگر یہی باتیں کسی حدیث میں بیان ہوئی ہوتیں۔تو بہانہ ساز طبیعتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرنی تھی کہ نہیں جی، یہ حدیث تو ضعیف ہے، منقطع ہے، مدلس ہے، وغیرہ وغیرہ بس انکا مقصود صرف لوگوں کو شان انبیاء و اولیا سے روگردانی کروانا ہے۔خود کو اہل حدیث کہلوانے والے سو میں سے پانچ احادیث پہ عمل کر کے ایمان کی سند لئے بیٹھے ہیں اور جو سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ کے ہر فرمان کو مانتے بھی ہیں ان پر عمل بھی کرتے ہیں ان پر شرک و بدعت کے فتوے لگائے جا رہے ہیں۔رب کائنات نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وعظ کو قرآن میں بیان فرما کر معترضین کا منہ بند کر دیا۔

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے فضل و کرم سے مردوں کو زندہ کیا۔لوگوں کی حاجت روائی فرمائی پھر کیا ہم میں اور ان برگزیدہ لوگوں میں کوئی فرق نہیں۔میں نے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں ایک دفعہ یہی بات کی تو ایک شخص مجھے بعد میں کہنے لگا، انکی طاقت بھی تو اللہ کے فضل سے ہی ہے وہ اللہ کے فضل سے ہی سب کچھ کر سکتے ہیں تو پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق۔میں نے کہا ارے بیوقوف! عجیب بات کر رہا ہے کیا ان میں اور ہم میں یہ فرق کم ہے کہ اللہ نے انکو طاقت و قوت سے سرفراز فرمایا ہم اس طاقت سے تہی دامن ہیں، وہ اپنے اللہ کی عطائی طاقت کے بل بوتے پہ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں، مادرزاد اندھوں کو بینا کر سکتے ہیں، لوگوں کی حاجت روائی اور مشکلکشائی کر سکتے ہیں۔کیا یہ کم فرق ہے، ارے داتا اور محتاج میں کوئی فرق نہیں، حاجت روا اور حاجت مند میں کوئی فرق نہیں۔سخی اور گدا میں کوئی فرق نہیں، ڈاکٹر اور مریض میں کوئی فرق نہیں، حاجت روا اور حاجت میں کوئی فرق نہیں، ایک رب کا محبوب پیدائشی اندھوں کو بینا کر دے جبکہ دوسری طرف کوئی بندہ کسی دوسرے کی معمولی سی مشکل بھی حل نہ کر سکے تو کیا یہ امتیاز ایک عقل سلیم کا مالک سمجھ نہیں سکتا۔بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ قرآن حکیم فصاحت و بلاغت کا منبع ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک فقرے نے کتنے اعتراضات کا جواب دیا۔الغرض معجزات عیسیٰ علیہ السلام یا انکے کمالات سبھی وقتی تھے۔مثلاً اب اگر کوئی شخص آسمان پر خط بنام حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھیجے کہ میرا بچہ فوت ہو گیا ہے اسے آکر زندہ فرما دیں تو کیا جناب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے، نہیں کیوں؟ اسلئے کہ ان کے یہ معجزات انکے زمانہ نبوت تک محدود تھے، لیکن ہمارے آقا و مولا کائنات کے دولہا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ جو ہمیشہ سے نبی و رسول ہیں اور ہمیشہ کیلئے انکی رسالت کا فیض قائم و دائم رہے گا، وہ محبوب جو زمانہ سائنس کا بھی نبی ہے، زمانہ نفسیات کا بھی نبی ہے، زمانہ ٹیکنالوجی کا بھی نبی ہے، ایسا نبی جس کی نبوت و رسالت کا دائرہ کار گوناگوں علوم پہ محیط ہے۔، دنیائے عالم میں جتنے کمالات کا ظہور ممکن تھا یا ہے رب کائنات نے وہ سب کے سب اپنے محبوب دلربا کی ذات ستودہ صفات کو عطا فرما دیئے۔

سائنسدان چاند پہ گئے، اور جس راستے سے گئے، تقریباً 1968 کی بات ہے کہ ہم نے شرعی حساب لگایا تھا کہ شرعی طور پہ وہ سفر چھتیس سالوں کا تھا جسے تین دنوں میں طے کیا گیا، سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمین سے لیکر پہلے آسمان تک پانچ سو سال کا سفر ہے، حضور ﷺ کا زمینوں آسمان کے درمیانی مسافت سے مراد روشنی کے سال تھے، روشنی کے سال سے کیا مراد ہے، کہ ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا سفر طے ہوتا ہے، جب ایک سیکنڈ میں مسافت کا یہ عالم ہو تو ایک منٹ میں کتنا سفر ہوگا، یہ تو پہلے آسمان تک پہنچنے کی بات ہے حضور ﷺ نے فرمایا دوسرا آسمان اتنی ہی مسافت پر پھیلا ہوا ہے پھر دوسرے آسمان سے لیکر تیسرے آسمان تک بھی اتنا ہی سفر پھر تیسرا آسمان بھی دوسرے جتنا دبیز ہے پھر اسی طرح سب آسمان پھر عرش معلیٰ وغیرہ وغیرہ۔ سائنسدان پہلے آسمان پہ گئے اتنی تگ و دو اور اتنا خرچ کر کے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ چاند پر پہنچنے کیلئے اتنا مال صرف ہوا تھا کہ اگر اس مال کو پوری روئے زمین پر بسنے والے انسانوں میں تقسیم کیا جاتا تو ہر شخص کے حصے میں بارہ ہزار روپے آتے ایک طرف سائنس کا کمال اس حد تک محیط ہے جبکہ دوسری طرف رب کا محبوب اعظم شب معراج پہلے آسمان پر ہی نہیں دوسرے تیسرے چوتھے یا ساتوں آسمانوں تک ہی نہیں، عرش معلیٰ، سدرۃ المنتہیٰ، لامکاں کی بلندیوں کو چھوتا ہوا بارگاہ ایزدی میں جاتا ہے راستے میں آتے جاتے انبیاء کرام سے باتیں بھی ہوتی ہیں، جنت و دوزخ کا مشاہدہ بھی کیا جاتا ہے۔ رب ذوالجلال سے راز و نیاز کی ہم نشینی بھی اس سفر مبارک کے مرکزی مقصود کے پیش نظر کی جاتی ہے۔ سب کچھ ہوتا ہے لیکن پھر بھی جب اس محبوب کی واپسی ہوتی ہے دروازے کی کنڈی اسی طرح ہلتی نظر آئی ہے جس طرح چھوڑ کے گئے تھے۔ بستر بھی گرم رہتا ہے۔ پانی کی روانی بھی اسی طرح جاری و ساری ہے کیوں؟ اس محبوب کے در کرم کا عطیہ ہے ہر صاحب تصوف کا تصرف اسی محبوب کے در اکرم کی خیرات ہے، قیامت تک جس کسی سے جیسے بھی، جتنا بھی، جو بھی کمال سرزد ہوگا وہ اسی محبوب کے صدقے ہوگا، کیونکہ رب نے ہر معجزہ اور ہر کمال پہلے اپنے محبوب کی ذات مقدسہ کو بدرجۂ اتم عطا فرمایا ہے بعد میں کسی دوسرے کو اس کمال کا حصہ عطا ہوا ہے۔

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام، جناب ابراہیم علیہ السلام یا جناب عیسیٰ علیہ السلام کو جو جو معجزات عطا ہوئے وہ سب کے سب وقتی لیکن اپنے محبوب کو اس عظمت سے ہمکنار فرمایا کہ اے محبوب! تیرے تمام کے تمام معجزات بالخصوص معجزہ قرآن دائمی اور تیرا یہ معجزہ رہتی دنیا تک برملا یہ اعلان کرتا رہے گا کہ

وان كنتم فى ريب مما نزلنا علىٰ عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صدقينO(البقره:٢٣)

ترجمہ: اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلالو

اے دنیا والو! میں نے جو اپنے محبوب پر قرآن نازل کیا ہے اگر تمہیں اس میں ذرہ برابر بھی شک ہے تو اس قرآن جیسی سورتوں کی طرح ایک سورت بنا کر دکھاؤ، پھر بڑے بڑے ادیب، شاعر، فصاحت و بلاغت کے امام اس قرآن کے سامنے نظریں جھکا گئے اور بالآخر یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ

هذا كلام لا بشر

یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہوسکتا۔

اس وقت بھی بڑے فصاحت و بلاغت کے امام اس کا جواب نہیں کر سکتے اور رہتی دنیا تک بھی اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ قیامت تک

سائنس کے مسائل حل ہوں گے تو اس قرآن سے تعینات، ٹیکنالوجی، زوالوجی، اس لاریب کتاب کی مرہون منت ہوں گی۔ بڑے بڑے سائنسدان، بڑے بڑے مفکرو مدبر اس قرآن کو پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔

امریکہ کا ایک بہت بڑا سائنسدان گزرا ہے وہ کہتا تھا کہ میری ساری کی ساری ریسرچ قرآن کے مطابق ہے اس کو کسی نے کہا کہ تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا، کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے اسلام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے، اگر میں مسلمان ہوگیا تو پھر یہ لوگ اسلام کو نظر انداز کر دیں گے۔ اسی طرح فرانس کا ایک سائنسدان گزرا ہے جس نے یہ کتاب لکھی...............اس کو لکھنے کے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔

بہر حال عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سارا کا سارا معجزہ ہے۔ اس کتاب میں بلاغت کی انتہا پائی جاتی ہے اس میں وہی الفاظ استعمال کئے گئے جو انتہائی ضروری تھے اور جن سے بلاغت قائم رہتی ہے۔ مثلاً رب نے ارشاد فرمایا

یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام (البقرۃ:۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں

ایمان والے، کیوں کہا، تاکہ یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ اگر ایمان والے ہو تو پھر روزے رکھو، ایماندار ہو تو پھر تمہارا کام نافرمانی کرنا نہیں، روگردانی کرنا نہیں، اللہ اور اسکے رسول کے پیچھے چلنا ہے روزے رکھو اور

ا ن الصلوٰۃ کانت علیٰ المومنین کتاباً موقوتاً (النساء:۱۰۲)

ترجمہ: بے شک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت پر فرض ہے۔

نماز کو وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرو، نماز پڑھنے میں ایمان کا ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے کیلئے ایمان شرط ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں روزہ نہیں یا نماز نہیں پڑھتا تو وہ گویا اپنی بے ایمانی کا اعلان کر رہا ہے۔ پھر بڑی مشہور و معروف آیت کہ

یا یھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً (الاحزاب:۵۶)

اے ایمان والو! میرے محبوب پر درود بھیجو اور ایسے سلام پڑھو جس طرح سلام پڑھنے کا حق ہے۔

رب تعالیٰ نے یہاں بھی ایمان کا حوالہ دیکر یہ بتایا کہ میرے محبوب پر درودوسلام پڑھنے کا حکم محض ایمان والوں کو ہے گویا درودوسلام پڑھنا تقاضائے ایمان ہے اب کوئی کہے میں نہیں پڑھوں گا تو رب کا قرآن اسکو جواب دیتا ہے کہ اگر نہیں پڑھنا تو نہ پڑھ، جو ایمان والے ہیں وہ تو پڑھیں گے میں نے تو حکم ہی ایمان والوں کو دیا ہے اب سوال ہے کہ درود کونسا پڑھنا چاہئے تو اسکا جواب یہ ہے جو چاہو پڑھ لو رب نے کوئی قید نہیں لگائی جو بھی پڑھو گے قابل قبول ہوگا۔ میں نے اوائل خطبہ میں جو آیت پڑھی تھی رب فرماتا ہے

یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ،

جب یہ آیت اتری تھی اس وقت سچے کون تھے صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے۔ رب فرمارہا ہے کہ اے لوگو! میرے محبوب کے صحابہ کے ساتھ مل جاؤ، انکے پیچھے چلو، جس طرح انہوں نے اپنا تن من دھن میرے محبوب پر فدا کیا ہے اور جس طرح انہوں نے میرے محبوب کی عزت و تکریم اور ان کا ادب واحترام کیا ہے ویسے ہی تم ان کو محترم اور معظم بنالو..............رب تعالیٰ فرمارہا ہے

واذ اقیل لھم امنوا کما امن الناس (البقرہ:۱۳)

اے لوگو! صحابہ کرام کیطرح میرے محبوب پہ ایمان لاؤ

ایمانداری سے سوچیں، کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں کسی صحابی کو جب بھی، جیسی بھی، جتنی بھی اور جو بھی حاجت پیش آئی وہ جناب سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ قحط سالی ہے۔ خشک سال ہے، ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہوتا، حافظہ کمزور ہے، بھوک لگی ہے، بہت برا حال ہے، ہر مصیبت میں اپنے آقا نامدار ﷺ کی بارگاہ میں جاتے ہیں پھر وہ محبوب یہ نہیں فرماتا کہ تم میرے کیوں آتے ہو، تم کو اللہ کی بارگاہ بتائی ہے جاؤ اللہ سے مانگو نہیں صحابہ کرام حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ یہ عقیدہ اپنے ذہنوں میں لئے کہ نبی کی بارگاہ اللہ کی بارگاہ ہے۔ انکو یہ معلوم تھا کہ رب کے قرآن نے یہ تصور دیا ہے کہ نبی کی رضا رب کی رضا ہے، نبی کی ناراضگی رب کی ناراضگی ہے، نبی کی محبت رب کی محبت ہے، نبی کی اتباع رب کی اتباع ہے، نبی کا فرمانا رب کا فرمانا، نبی کا ہاتھ رب کا ہاتھ، نبی کی بیعت رب کی بیعت، نبی کا طریقہ رب کا طریقہ ہے جب یہ سب باتیں ٹھیک ہیں اور یقیناً ٹھیک ہیں جب رب کا قرآن یہ فرما رہا ہے

ید الله فو ق ایدیهم

ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے

بظاہر وہ نبی کا ہاتھ دیکھ رہے ہیں حقیقتاً وہ رب ذوالجلال کا دست مقدس ہے

من یطع الرسول فقد اطا ع الله(النساء: ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی

یعنی جس نے نبی کی اطاعت میں سر تسلیم خم کیا وہ درحقیقت بارگاہ الوہیت کا مطیع ہو گیا۔

جب نبی کی محبت و اتباع میں محبت خداوندی کا حصول ہوتا ہے جب وہ سب اصول وضوابط ٹھیک ہیں تو پھر یہ اصول ٹھیک کیوں نہیں کہ نبی سے مانگنا اللہ سے مانگنا ہے۔ صحابہ کرام کا ہر مشکل میں در مصطفےٰ کریم ﷺ پہ حاضر ہونا ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ جناب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو معیت مصطفےٰ کریم ﷺ میں تقریباً چھ، سات سال ہی رہے ہیں، لیکن احادیث رسول سب سے زیادہ ان سے مروی ہیں کیوں؟ اس لئے کہ جس حافظے کے مالک وہ تھے وہ حافظہ عطائے رسول ﷺ تھا۔ خود فرماتے ہیں میں نے کمزوری حفظ کا عارضہ پیش کیا جناب رسول کائنات ﷺ نے یہ نہ فرمایا یا دام استعمال کیا کر، کوئی وظیفہ نہ بتایا کہ فجر کی سنتوں کے بعد اکیس مرتبہ یا قوی کہا کر، نہیں نہیں اپنے دونوں ہاتھ سے لپ بھر کر میرے سینے سے لگایا۔ جب سے حضور ﷺ کے دست مقدس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سینے کو لگے ہیں خدا کی قسم کبھی کوئی چیز نہیں بھولی۔ بھول بھی کیسے سکتی ہے جب مہر حفظ کائنات کے مالک و مختار کی لگی ہو، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی حضور! میں کسی مقدمے کا ٹھیک طریقے سے فیصلہ نہیں کر پاتا۔ کبھی کچھ سوچتا ہوں کبھی کچھ۔ غالباً آپ ﷺ نے اپنا دست پاک سینہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہ پھیرا اس کرم کا یہ نتیجہ تھا کہ زمانہ آپ کو سب سے بڑا قاضی کہنے لگ پڑا۔ یہ سب کچھ کیوں تھا اسلئے کہ نبی کونین ﷺ رب کے محبوب اعظم اور خلیفہ اعظم تھے اور اس عظمت کا عروج یہ تھا کہ آپ ﷺ کا ہر قول و فعل رب کائنات کی رضا کے مطابق ہوا کرتا تھا۔ پھر بھی جو آدمی یہ کہے کہ رب کی رضا اور ہے محبوب کی رضا اور ہے۔ رب کا فرمان اور ہے نبی کا فرمان اور ہے رب کا قانون اور ہے نبی کا قانون اور ہے۔ رب کی عطا اور ہے نبی کی عطا اور ہے وہ شخص جھوٹا اور بے ایمان ہے۔ ارے حضور ﷺ نے تو خود کئی مواقع پہ اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جناب سرور کائنات ﷺ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سرگوشی فرما رہے تھے تو کسی نے کہا آج تو چچا زاد بھائیوں میں سرگوشی لمبی ہی ہو گئی ہے۔ تو اس موقعہ پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا علی سے سرگوشی میں نہیں کر رہا رب کر رہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ رب اپنے محبوب پاک کے صدقے کرم فرمائے رحم فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

آپ کے خطوط

کس محبت کے نامے یہ میرے نام آتے ھیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلی اللہ علیک سیدی یارسول اللہ

از کراچی 26-04-2007

فضیلت مآب حضرت محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی

حفظ اللہ وزید مجدہ الکریم زیب سجادہ حضور مفکر اسلام (نور اللہ مرقدہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سدا شاد اور آباد رہو۔

چندروز قبل فون پر آپ سے بات ہوئی، آپ کے حسین صوت، اخلاق اور شفقت نے بے حد متاثر کیا۔ خدائے قدیر و جبار اپنے پیارے محبوب ﷺ کے طفیل آپ کو اس عظیم مسند کے فرائض کما حقہ انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین ثم آمین۔

چند ماہ قبل میں اپنے آبائی شہر تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں تھا۔ ایک دوست کے ہاتھ میں، میں نے ''ماہنامہ الحقیقہ'' کی ایک کاپی دیکھی، رسالہ کھول کر جب پڑھنا شروع کیا تو عالم خیال میں ایک ایسے گلشن میں پہنچ گیا جہاں ایمان کے مہکتے ہوئے پھول اور مسکراتی ہوئی کلیاں میرے عرفان و ایقان کو معطر کرنے لگیں۔ حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسیؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہٗ کی ایمان افروز تحریریں پڑھنے کو ملیں جن میں وہ کبھی غلامان مصطفےٰ ﷺ کو مکین گنبد خضرا ﷺ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

کہیں وہ عشق مصطفےٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، کہیں محبت رسول ﷺ کی دیپ جلاتے ہوئے نمودار ہوتے ہیں، کہیں ان کی خوش بخت نگاہیں سنہری جالیوں کے بوسے لیتے ہوئے ہمیں دکھائی دیتی ہیں، کہیں وہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے تلووں کی دھول کو آنکھوں کا سرمہ بنانے کی تعلیم دیتے ہیں، اپنی تحریروں میں کہیں وہ بھولے بھٹکے انسانوں کو اولیائے کاملین کے آستانوں کا پتہ بتاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، کہیں وہ ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کو عالم شباب کی رنگ رلیوں سے نکال کران کا رخ گنبد خضراء کی طرف موڑتے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں، کہیں اپنے زور قلم سے وقت کے طاغوتوں کے تاج اچھالتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

بہر کیف میں دوبارہ تاندلیانوالہ گیا اسی دوست سے پھر ''الحقیقہ'' کی کاپیوں کا تقاضا کیا دو کاپیاں اور مل گئیں اس وقت الحمد للہ میرے سامنے تین کاپیاں ہیں۔ آپ سے مودبانہ گزارش ہے کہ حضرت صاحب کی کتابیں، کیسٹیں، کچھ پرانے رسالے مجھے عنایت فرمادیں تاکہ میں خود بھی استفادہ کرسکوں اور دوسروں کو بھی اس عظیم ورثہ سے آگاہ کرسکوں۔ کسی درویش کا کراچی آنا ہو تو وہ یہ زحمت گوارا فرمالیں۔

فقیر مدینہ

عبدالخالق کراچی

(پی۔ایچ۔ڈی)

غزل

مضطرب آج بہت دل بھی ہے، اک جاں ہی نہیں
حکمراں ہوش میں آ جائیں یہ امکاں ہی نہیں

تاک میں بیٹھے ہیں گلچیں بھی، خزاں بھی سر پر
ایک مالی ہی نہیں اور بہاراں ہی نہیں

تھک گئے دو ہی قدم چل کے مسافر، گویا
کوئی منزل ہی نہیں ہے، کوئی ارماں ہی نہیں

ہندو بھی، سکھ بھی، یہودی بھی ہے، نصرانی بھی
یوں تو سب کچھ ہے وہ بتِ ایک مسلماں ہی نہیں

تیرگی پھیل گئی حد نظر تک ہر سو
ظلمت آباد مرا کلبۂ احزاں ہی نہیں

کیا ڈراتے ہو مجھے دار و رسن سے یارو
جس کو تم کہتے ہو زیست میرے شایاں ہی نہیں

قدر کیا تلخ نوائی کی بھلا مردوں کو
مجھ سا بیداد طلب داد کا خواہاں ہی نہیں

خوں بہا کے بھی اگر خون بہا لیتا ہے
ایسا زر زہر ہے کچھ عیش کا ساماں ہی نہیں

تیری تصویر ہی دیکھوں یہ مجھے تاب کہاں
تو ہے عریانی سراپا نرا عریاں ہی نہیں

بزم میں کون سنے مجھ سے میرا قصۂ غم
میرے سینے میں تو اک حشر ہے طوفاں ہی نہیں

شیخ فرماتے ہیں سرکار کی الفت کے سوا
دہر میں آسی تیرے درد کا درماں ہی نہیں

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی

Monthly Mujallah **AL-HAQIQA**
JUNE 2007
Reg. No. C.P.L 168

جل جلالہ یا رب العالمین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا رحمۃ للعالمین

حضور مفکر اسلام سیمینار

زیر صدارت

نازش اہل ولایت، شہنشاہ طریقت
وارث حضور شاہ لاثانی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت
صاحبزادہ **سید کرامت علی حسین** شاہ صاحب
زیب سجادہ دربار لاثانی

زیر سرپرستی

رئیس المجاہدین، سراپا عشق رسول،
گلشن لاثانی کے پھول،
صاحبزادہ **سید شجاعت علی حسین** شاہ صاحب
مرکزی امیر شیران اسلام پاکستان

زیر قیادت

پیکر غیرت وحمیت، پیر طریقت، رہبر شریعت
صاحبزادہ **محمد عطا الحق** صاحب
زیب سجادہ حضور مفکر اسلام

23 جون بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء

بمقام پنڈی سینیاں

تلاوت

قاری **محمد اشفاق** صاحب
پنجاب یونیورسٹی

خصوصی خطاب

مبلغ عرب وعجم، پیکر شرافت، پیر طریقت، رہبر شریعت
صاحبزادہ **نور المصطفیٰ رضوی** صاحب
زیب سجادہ محدث ابدالوی

نقابت

قائد شیران اسلام
صاحبزادہ **خواجہ ناصر رحمانی** صاحب
رحیم یار خان

آمد خاص

عظیم مذہبی سکالر مقدام العلماء،
جناب **پروفیسر حیدر علوی** صاحب
اسلام آباد

مہمان خصوصی

عزت مآب جناب رانا طارق محمود صاحب (سیالکوٹ)
عزت مآب جناب **چوہدری محمد طارق انیس** صاحب
تحصیل ناظم شکر گڑھ

خصوصی شرکت

جناب حاجی عبدالرزاق صاحب (ڈسکہ)
محمد عاصم ایڈووکیٹ ناظم اعلیٰ شیران اسلام پاکستان
ڈاکٹر گلزار احمد چوہدری عائشہ ہسپتال شکر گڑھ

خصوصی شرکت

ڈاکٹر ندیم
(نمائندہ نوائے وقت)
پرنسپل حبیب الرحمان

ثناخوانان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ محمد عبدالرزاق صاحب پورن، قاری تسلیم عباس،
حافظ محمد انیس خان، صوفی امانت علی صاحب

نگران

غلام آسی حسینی، حاجی شوکت صاحب مفتی شاہد اقبال آسوی
علامہ سعید احمد قادری، علامہ سعید محمد عامر نقشبندی

استقبالیہ

حاجی عبدالغفور صاحب، محمد سیف صاحب، صوفی ریاض صاحب
محمد یعقوب صاحب، محمد شفیق عطاری

تعاون خاص

اہلیان پنڈی سینیاں

انتظامیہ

محمد نواز آسوی، محمد عبدالقیوم، محمد طیب العاس، محمد ثاقب منیر، محمد ناصر، محمد وسیم امانت، محمد نعمان غفور، حافظ محمد عمر عباس، حافظ محمد زاہد، عبدالرحمان، محمد عنصر یعقوب، محمد ظہیر محمد عثمان، محمد عارف محمد وسیم بٹ، محمد وسیم اختر، محمد سہیل انجم، محمد بابر علی، محمد شہباز، محمد کفیل احمد، محمد ظفر اقبال، محمد تنویر محمد نصیر، محمد عدنان، محمد ابرار، محمد افتخار، محمد شعیب، محمد ندیم، نوید قادری، محمد افضال، لیاقت علی ضیاء، اسلم، اشتیاق احمد، محمد عاصم، محمد قیصر مشتاق،

زیر انتظام شیران اسلام پنڈی سینیاں

الداعی: حافظ محمد عمران مدرس جامعہ انوار لاثانی پنڈی سینیاں